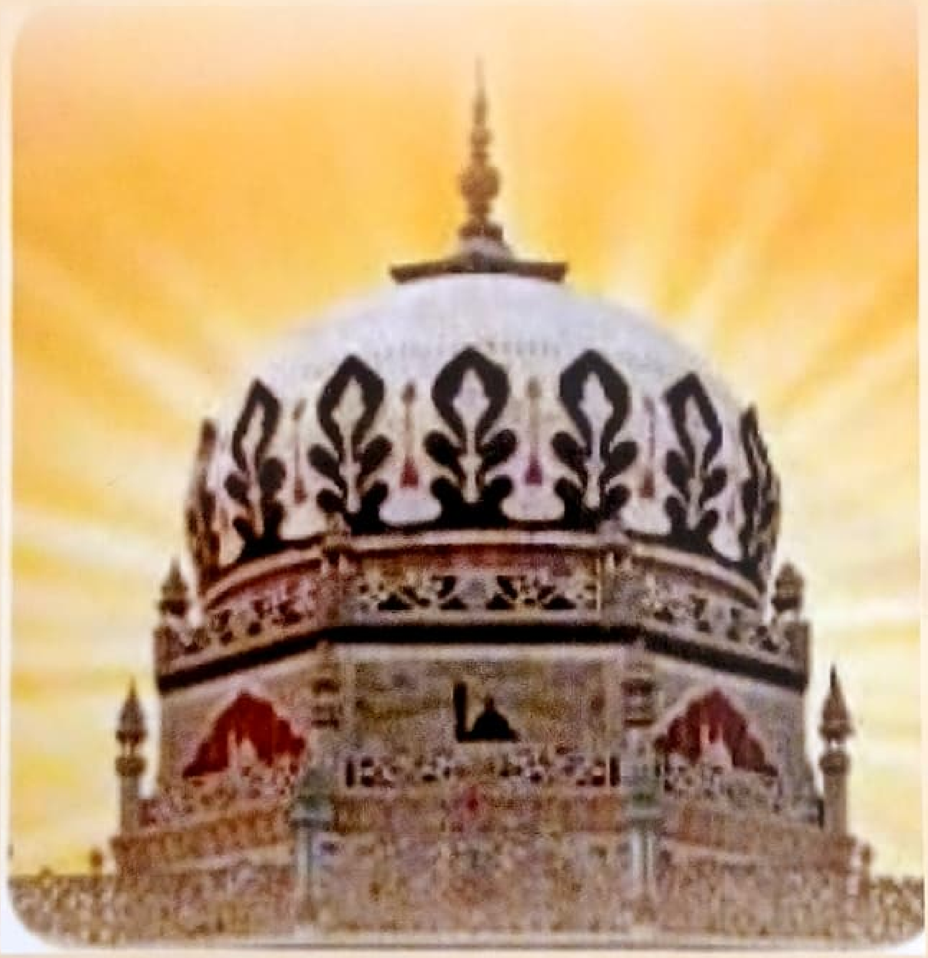
خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین



پروفیسر بشیر احمد رضوی

شائع کردہ : انجمن خدام المشائخ پنڈی گھیب

خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین

پروفیسر بشیر احمد رضوی

شائع کردہ

انجمن خدام المشائخ، پنڈی گھیب

نام کتاب	:	خواجہ احمد میرویؒ اور ان کے جانشین
مصنف	:	پروفیسر بشیر احمد رضوی
طباعت	:	ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ
کتابت	:	محمد ندیم اکبر
	:	ڈاکٹر محمد حماد المصطفیٰ
سرورق و تزئین	:	محمد ندیم اکبر
قیمت	:	------

ملنے کا پتا

مرکزی دفتر انجمن چشتیہ سلیمانیہ درگاہِ عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیب

لائبریری مدرسہ منظر اسلام، جامع مسجد نڈگھڑیاں پنڈی گھیب، ضلع اٹک

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی پس منظر

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا تعلق کھوکھر قوم سے تھا۔ یہ قوم دریائے چناب کے ساتھ ساتھ پنجاب کے بعض اضلاع میں آباد تھی۔ سکھوں کے ظلم و تعدی سے تنگ آ کر بعض کھوکھر خاندان ترک وطن پر مجبور ہو گئے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جا آباد ہوئے۔ انہی تارکین وطن میں حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب بھی تھے۔ انہوں نے خاندان کے چند افراد کے ساتھ ہجرت کی اور کوہ سلیمان کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر مشہور بلوچ قبیلہ بزدار (بکریاں پالنے والے) کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

بزدار ایک مالدار قبیلہ ہے جس کا بڑا حصہ کوہ سلیمان کے دامنوں میں اور اسی طرح جنوبی پنجاب میں آباد ہے جبکہ مشرقی بلوچستان میں بزداروں کے رہنے کے علاقے لورالائی میں ہیں۔ بزدار بادیہ نشین اور جنگجو قوم ہے۔

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے جد بزرگوار نے اپنے میزبان قبیلہ کی ایک صالحہ و عفیفہ سے عقد نکاح کیا جن سے حضرت قدس سرہ کے والد رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔ نومولود کا نام نامی برخوردار تجویز ہوا۔

حضرت برخوردار علیہ رحمۃ الغفار جب حد بلوغ کو پہنچے تو اپنے ننھیالی قبیلہ کی ایک نیک سیرت دوشیزہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ اس خاتون محترمہ کا نام حوا تھا۔

اس خوش بخت جوڑے سے تین بچوں نے جنم لیا۔

1۔ خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ 2۔ محمد یعقوب 3۔ بی بی عائشہ

محمد یعقوب کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ جبکہ بی بی عائشہ بڑی عمر کو

پہنچیں۔ان سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے محمد اسحاق پیدا ہوئے۔ان کا سلسلہ اولاد بفضلہٖ تعالیٰ چل رہا ہے۔

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت برخوردار رحمۃ اللہ علیہ زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے لیکن باشعور، راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ان کے بچوں کے ناموں سے ان کے دینی مزاج کا پتے چلتا ہے۔جبکہ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات شریفہ سے حضرت برخوردار کی جو تصویر بنتی ہے اس کے مطابق آپ ایک بلند پایہ صوفی تھے جن کا سینہ عشق الٰہی کی آگ میں جلتا تھا۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں لگے رہتے۔جب عشق کا غلبہ ہوتا تو آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتیں۔کبھی یہ کیفیت اتنی شدید ہوتی کہ آبادی سے دور جنگل میں نکل جاتے۔کبھی آہیں بھرتے کبھی دھاڑیں مار کر رونے لگتے۔

یہی تپش عشق تھی جو آپ کو کشاں کشاں شہباز ملک ولایت حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئی تھی اور اس سرکار کے دست حق پرست پر بیعت کا سبب بنی تھی۔

حضرت برخوردار رحمۃ اللہ علیہ کو پیر پٹھان قدس سرہٗ سے والہانہ عشق تھا۔ اکثر و بیشتر شیخ کی زیارت کے لیے تونسہ مقدسہ حاضر ہوتے ایسے ہی ایک سفر میں واپس اپنے علاقے میں جا رہے تھے کہ تونسہ شریف کے قریب ایک بستی منگروٹہ میں چند دن علیل رہ کر واصل بحق ہوئے اور یہیں مسجد بلوچ خان میں مدفون ہوئے۔آج بھی مزار مہبط انوار معروف اور زیارت گاہ اہل ایمان ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال تو ایام رضاعت میں ہی ہو گیا تھا اس طرح آپؒ کو اپنے والد بزرگوار کی زیادہ سے زیادہ توجہ نصیب ہوئی۔والد کی وفات کے بعد آپؒ کی پرورش کی ذمہ داری آپؒ کے ماموں علی خان صاحب مرحوم پر

آپڑی۔ والد کی طرح آپ کے ماموں بھی صوفی منش آدمی تھے اور تاجدار تونسہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جو حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ خواجہ خواجگان حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں لے کر گئے تھے۔

خواجہ صاحب کا بچپن اور ابتدائی تعلیم وتربیت

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1252ھ (بمطابق 1834ء) میں ہوئی۔ حضرت برخوردارؒ نے اپنے سعادت مند بیٹے اور ہمارے ممدوح کا نام سلطان دارین ﷺ کے نام پاک پر رکھا اور اللہ اللہ بولنا سکھایا اور آپؒ کو ہر مشکل اور پریشانی میں اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حتیٰ کہ فرماتے کہ بیٹا جب بھوک ستائے تو اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا کرو۔

جب آپؒ کی عمر چار سال ہوئی تو آپؒ کو قرآن پاک ناظرہ پڑھنے اور بنیادی دینی تعلیم کے حصول کے لیے گھر سے چند میل دور ایک صاحب علم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ خواجہؒ پڑھتے بھی تھے اور ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں استاد بزرگ کی بکریاں بھی چراتے تھے۔ یہاں زندگی بالکل فقیرانہ ودرویشانہ تھی۔ یوں کہیئے کہ آپؒ صرف یہاں ظاہری تعلیم ہی نہیں پا رہے تھے بلکہ یہ آپؒ کے لیے روحانی تعلیم وتربیت کا پرائمری مدرسہ بھی تھا۔ سردیوں کے ایام گزارنے کے لیے اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا ایک کمبل آپؒ کی کل کائنات تھی۔ دن کے وقت بکریاں چراتے اور رات ایک پہاڑی غار میں بسر کرتے۔ اس طرح آپؒ بچپن سے ہی کوہ وصحراء کی خلوت کے خوگر ہو گئے تھے۔ قرآن ختم کر کے صرف ایک سال میں واپس والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بعد ازاں مختلف مقامات مثلاً تونسہ مقدسہ، ملتان، کلورکوٹ وغیرہ کے اہل علم سے کسب فیض کیا اور مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی۔

تونسہ مقدسہ کی پہلی حاضری

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد اور ماموں دونوں ہی حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے مرید تھے اور دونوں ہی اکثر شیخ کے آستانے پر قدم بوسی کو حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اس طرح خواجہ صاحب کے دل پر حضرت اعلیٰ کی عظمت کا سکہ بیٹھتا رہا اور اس جمال حق نما کی لقاء کی تڑپ دل میں بڑھتی چلی گئی۔ آپ کے اس ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ کے ماموں آپ کو لے کر تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے۔ اس پہلی حاضری کا حال حضرت خواجہ خود یوں بیان فرماتے ہیں۔ "جب یہ خاکسار ماموں علی خان صاحب کی معیت میں سلطان چشت کی بارگاہ میں حاضری سے مشرف ہوا تو حضرت لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پاس موجود لوگ آپ کے جلال سے مرعوب ساکت وصامت بیٹھے تھے۔ ماموں تو قدم بوسی کر کے بیٹھ رہے لیکن جب میں حضرت کے قدموں کے قریب ہوا تو آپ اٹھ بیٹھے اور مصافحے کے لئے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ میں رعب جلال سے سر جھکائے اس حال سے بے خبر تھا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا دیکھو حضرت مصافحہ فرما رہے ہیں۔ میں نے حضرت کے دست اقدس کا بوسہ لیا اور اپنی قسمت پر نازاں شاداں وفرحاں بیٹھ گیا۔ حضرت نے بکمال شفقت اپنے دست مبارک سے سیب کا ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔

ہم چند دن قدموں میں حاضر رہے پھر وطن واپس چلے گئے لیکن اس پہلی ملاقات سے ہی دل کی عجیب حالت ہوگئی۔ دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا اور کسی پل چین نہیں آتا تھا۔ حضرت کی صورت ہر وقت نظروں کے سامنے رہتی تھی۔

شرف بیعت

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ شمع چشت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لیے بار بار حاضر ہوتے۔ خویش واقارب کے سمجھانے کے باوجود راستے کے خطرات

سے بے نیاز اپنے مربی کی خدمت میں حاضر ہوکر نعمت دیدار سے فیض یاب ہوتے۔ ایسی ہی ایک حاضری کے موقع پر حضرت نے باقاعدہ بیعت لے کر اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمالیا۔ (بیعت کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی)۔

حضرت تونسویؒ کے وصال کے بعد آنحضور کے پوتے حضرت شاہ اللہ بخشؒ مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔ ادھر خواجہ احمد میرویؒ بھی اپنا کل اثاثہ رشتہ داروں کو دے کر تونسہ مقدسہ منتقل ہو گئے۔ یہاں علوم شریعت وطریقت حاصل کرنا، اوراد و وظائف پڑھنا، مجاہدہ وریاضت کرنا اور درویشوں کی خدمت کرنا آپ کے معمولات تھے۔ نو سال اسی انداز سے آستانہ شیخ پر بسر ہوئے پھر آپؒ کے دل میں اہل اللہ کی ملاقات اور مشائخ چشت کی بارگاہوں کی زیارت کی خواہش نے جوش مارا تو آپؒ تونسہ مقدسہ سے نکلے اور ملتان، کلورکوٹ، عیسیٰ خیل، حویلیاں، لاہور، پاکپتن، دہلی، اجمیر شریف وغیرہ کے علمی وروحانی مراکز کی سیاحت سے متشرف ہوئے۔ اس روحانی سفر پر تقریباً سات سال کا عرصہ لگا۔ محنتی اور ذہین نوجوان نے ان اسفار سے کیا حاصل کیا اور کن کن شخصیات سے ملاقات کا موقع میسر آیا تذکروں میں اس کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ لیکن آپؒ کی جو شخصیت وجود میں آئی اس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ آپؒ نے فیض لینے میں کوئی کوتاہی اور مشائخ نے فیض دینے میں کوئی کمی نہیں کی۔

جی بھر کر مقامات مقدسہ کی خاکروبی کرنے کے بعد واپس تونسہ مقدسہ پہنچے اور حضرت شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے قدم بوس ہوئے۔ آپؒ کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تونسہ مقدسہ میں پھر آپؒ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت اعلیٰ کے خلفاء مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے کسی کے دامن سے وابستہ ہوکر مزید اکتساب فیض کرنا چاہیے۔ اس خیال سے استخارہ کیا تو آپؒ کو حضرت فاضل شاہؒ کی خدمت میں حاضری کا حکم ہوا جو کہ ضلع ہزارہ کے پہاڑی علاقے میں مقیم تھے خواجہ

صاحب بھی وہیں پہنچ کر حصول مقصد میں کوشاں ہو گئے۔ حضرت فاضل شاہ ؒ کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ جہاں بھی ہوتے حضرت میروی ؒ وہیں پہنچ جاتے۔ پھر جب شاہ صاحب ؒ گڑھی افغاناں میں مستقل مقیم ہو گئے تو خواجہ احمد ؒ بھی وہیں ملاقات کے لیے آنے جانے لگے۔ بالآخر مکھڈ شریف میں حضرت فاضل شاہ ؒ نے حضرت ممدوح ؒ کو خرقہ خلافت پہنایا اور فرمایا کہ وقت اخیر ہے آپ کو چاہیے کہ عوام و خواص کو بیعت کریں کیونکہ اس زمانے میں لوگوں کا ایمان سخت خطرے میں ہے اور یہ اجازت حضرت تاجدار تونسہ ؒ کی طرف سے ہے۔ خواجہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے سلسلہ بیعت شروع کیا لیکن کم لوگوں کو بیعت کیا کرتا۔ خصوصاً تونسہ مقدسہ میں بپاس ادب کسی کا ہاتھ ہاتھ میں نہ لیتا۔ حتیٰ کہ حضرت ثانی تونسوی ؒ کے تاکیدی حکم پر ہر کسی کو بیعت کر کے پیران عظام کے سپرد کرنے لگا۔

خواجہ صاحب کا حصول علم کے لیے نکلنا

خواجہ احمد میروی ؒ کا مجاہدہ بہت سخت تھا۔ سخت کوشی کی عادت تو آپ کو بچپن سے ہی پڑ گئی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے ضمن میں آپ ؒ کے طرز زندگی کا حال ذکر ہو چکا ہے۔ آپ ؒ کی ساری زندگی اسی نہج پر بسر ہوئی۔ آپ ؒ نے حصول علم کے لیے بڑی کوشش کی ہے۔ اور اس کے لیے آج کے دور میں ناقابل تصور مشکلات وصعوبات برداشت کیں۔

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ گھر کا کل اثاثہ خویش و اقارب میں تقسیم کر کے اپنے علاقے کو خیر باد کہہ کر حصول علم کے لیے مستقل قیام کی نیت سے تونسہ مقدسہ پہنچے۔ یہ شہر اس دور میں سب سے بڑا علمی و روحانی مرکز تھا۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی ؒ کی ذات والا صفات مجمع بحرین علوم شریعت و طریقت تھی۔ قرآن و حدیث و فقہ اور اخلاق و تصوف کی کتب کا مطالعہ بڑی دقت نظر سے کر رکھا تھا۔ آپ ؒ

روحانی واخلاقی تربیت دینے کے ساتھ ساتھ طلباء اور درویشوں کو تصوف کی بلند پایہ کتب مثل، فتوحات مکیہ و احیاء العلوم وغیرہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپؒ اہل علم کے بہت قدردان اور طلباء پر بے حد مہربان تھے۔ آپؒ کی خانقاہ ایک عظیم یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی تھی جس میں درجنوں اساتذہ موجود رہتے جو دور دور سے آنے والے متلاشیان علم کی پیاس بجھاتے۔

یوں تقریباً نو سال آپؒ نے حصول علم پر لگائے۔ ایک ایسا طلب علم جس کو علم اور خدا کے راستے سے اتنی والہانہ محبت ہو کہ اس کی خاطر اپنی جملہ املاک اور گھر بار چھوڑ کر مسافرت اختیار کرے اتنا مؤدب، وفا شعار اور حق شناس کہ بیمار استاد کی تیمارداری کو اسباق جاری رکھنے کی خاطر استاذ بدلنے پر ترجیح دے اتنا صابر وشاکر کہ اپنی کسی پریشانی کی شکایت اپنے مربی سے نہ کرے اور فطری استعداد سے بھی حظ وافر رکھتا ہو اور نو دس سال لگا تار حصول علم میں کوشاں رہے تو علم کی کن بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کا اندازہ اہل علم ہی لگا سکتے ہیں۔

آپؒ نے مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔ لیکن مزاجاً آپؒ تصوف واخلاق کی طرف ہی مائل تھے۔ مثنوی مولانا رومؒ سے تو آپؒ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ علاوہ ازیں تذکرۃ الاولیاء اور کیمیائے سعادت بھی زیر مطالعہ رہتیں۔ فارسی زبان وادب پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپؒ خط وکتابت بھی فارسی میں فرماتے تھے اور تصوف کی مشہور کتاب کشکول کا تو با قاعدہ درس دیا کرتے تھے۔ یہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کی فارسی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو بے حد مقبولیت حاصل تھی۔ مشائخ اس کو دستور العمل قرار دیتے تھے اور جب کسی مرید کو خرقہ خلافت پہناتے تو یہ کتاب بھی ساتھ دیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا سیرت طیبہ ﷺ اور سیرت صحابہ کا مطالعہ بہت

وسیع تھا۔آپ کی گفتگو بہت پر مغز ہوتی تھی۔عوام اس گفتگو کو نہ سمجھ سکتے تھے۔البتہ اہل علم آپ کے کلام سے خوب متفع ہوتے۔صوفیانہ فکر رکھنے والوں کے لیے آپ کا کلام علوم و معارف سے لبریز ہوتا تھا۔جب آپ قرآنی آیات واحادیث کی صوفیانہ تفسیر و تشریح فرماتے تو سننے والوں کی چشم بصیرت روشن ہو جاتی۔مثلاً آپ کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو۔

اہل اللہ کا جسد عنصری فنا ہو کر روح بن جاتا ہے اور پھر تمام جسم سے روحانی آثار نمودار ہونے لگتے ہیں۔چونکہ روح کو فناہ نہیں اس لیے اللہ والوں کے اجسام جو بمنزلہ روح کے ہو جاتے ہیں حیات ابدی سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتابل احیاء عند ربھم یرزقون. سات آسمان اور سات زمینیں ان کے نور سے روشن ہو جاتی ہیں۔روح کی اسی قوت سے طویل فاصلوں کو آن کی آن میں قطع کر لیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے درویشوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔انسان کا وجود لوہے کی طرح ہے چاہے اس سے تلوار بنائے یا خنجر یا کوئی اور چیز۔یوں ہی انسان بھی معقول و منقول پڑھ کر علامہ بن جائے یا طالب دنیا اور نفس پرست ہو کر گمراہی میں پڑ جائے یا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شریعت کے پانی سے ظاہر کی طہارت اور طریقت کی دواؤں سے باطن کو ٹھیک کر کے خالص نور بن جائے اور عین مطلوب ہو کر اٹھارہ ہزار عالم کا تاجدار بن جائے اور ان میں شامل ہو جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** کی نعمت سے نوازا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کو علم پر عمل پیرا ہونے کا صلہ بمطابق حدیث مشہور

من عمل بما علم ورثه الله علم مالم یعلم اللہ تعالیٰ نے وعلمنه من لدنا علما کے شرف سے نوازا تھا آپ کو عبادات ومعاملات کی عارفانہ تشریح وتوضیح میں کمال حاصل تھا۔ نماز کی برکات کے حصول کا طریقہ کس نفاست سے بیان فرماتے ہیں: بوقت قیام نظر مقام سجدہ پر ہوا اور دل میں یہ خیال ہو کہ بعد موت اسی زمین میں دفن ہونا ہے حالت رکوع میں نظر پشت پا پر ہو اور دل میں خیال ہو کہ جان سب سے پہلے پاؤں سے بدن کی طرف انتقال کرے گی۔ سجدہ میں نظر ناک پر ہو اور خیال یہ ہو کہ قبر میں سب سے پہلے ناک بدن سے جھڑے گی۔ قعدہ میں نظر دل پر ہو اور خیال یہ ہو کہ ایمان کا مقام یہی دل ہے۔

میرا شریف میں ورود مسعود

میرا شریف (پنڈی گھیب سے 34 کلومیٹر کے فاصلے پر جانب مغرب) ایک غیر معروف سی بستی تھی لیکن ایک صاحب دل نے اسی میرا اور بنجر خطے کو گلزار معرفت ویقین اور مامن دلہائے حزیں بنا دیا۔ کوہ سلیمان کی چٹیل وادیوں میں بکریاں چرانے والے درویش کو اسی طرح کا خطۂ زمین پسند آیا۔ آپؒ تونسہ مقدسہ سے گڑھی شریف آتے جاتے میرا شریف کی مسجد میں دو تین دن قیام فرماتے تھے کیونکہ یہ مسجد بہت صاف ستھری اور خوشنما تھی۔ اور آپؒ کی طبیعت نہایت صفائی پسند تھی۔ نیز یہ مسجد گاؤں سے الگ شمالی کنارے پر گھنے درختوں میں واقع تھی۔ لہذا آپؒ کو بہت مرغوب اور پسند خاطر تھی۔

میرا شریف کی بنیاد حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی قدس سرہ العزیز کے ایک مرید ملک میاں محمد صاحب نے رکھی تھی۔ ایک موقع پر حضرت مولاناؒ کا گزر اس مقام سے ہوا تو فرمایا مجھے ان ٹیلوں اور سنگریزوں سے ذکر الٰہی کی آواز آتی ہے۔ اسی طرح اس مقام پر ایک عظیم خانقاہ کے قیام کی پیش گوئی حضرت فاضل شاہؒ نے بھی فرمائی

تھی۔اس بستی کے بسانے والے میاں محمد صاحب نے تونسہ مقدسہ حاضر ہو کر حضرت اعلیٰ سے عرض کی ہماری بستی میرا کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو ڈاکوؤں، لٹیروں کے شر سے پناہ دے تو آپؒ نے فرمایا وہ میرا نہیں "میرا" ہے (یعنی میری قلم رو میں داخل ہے اسے کوئی لوٹ نہیں سکتا)۔یوں اس مقام محترم کو سلطان چشتؒ نے اپنے قلمرو میں شامل فرما کر شان رفعت سے نوازا۔

مذکورہ بالا پیش گوئیاں اس وقت پوری ہوئیں جب بحکم شاہ اللہ بخش تونسویؒ ممدوح من و ما حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے 1875ء کے لگ بھگ بعمر چالس سال اس خطے کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

قطب میرویؒ کا ذوق عبادت

حضرت خواجہ احمد میرویؒ ان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ شکم مادر سے ہی اپنی ولایت کے لیے چن لیتا ہے۔جن کی حیات مستعار کا کوئی لمحہ غفلت میں بسر نہیں ہوتا اور نہ ہی دنیاوی متاع کی محبت ان کے دلوں میں گھر کرتی ہے بلکہ وہ اس دنیا سے دامن کشاں گزر جاتے ہیں۔اور وصال الٰہی کی دولت بے زوال سے حظ وافر کے حقدار بنتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز میرویؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ ذوق عبادت عطا فرمایا تھا۔آپؒ نماز کو محض فرض سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے بلکہ انتہائی ذوق وشوق اور محویت کے ساتھ ادا کرتے۔ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا، صف اول میں کھڑے ہونا، نماز با جماعت اور تکبیر اولیٰ حاصل کرنا اپنے لیے ضروری گردانتے تھے۔سفر وحضر میں اس معمول میں فرق نہ آنے دیتے۔گلدستہ نصیریہ کے فاضل مصنف آپؒ کے انداز عبادت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

''سردی اور گرمی میں باوجود ضعف کے ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا

فرماتے تھے۔ خاص خدام اگر عبادت کے وقت کچھ دیر سے آتے تو آپؒ سخت تنبیہ فرماتے۔ پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود عصر اور عشاء کی سنتیں بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ قریب وصال جب ضعف جسمانی اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا تو خدام آپؒ کی چارپائی مسجد میں اٹھا کر لاتے اور آپؒ نماز جماعت سے ادا فرماتے۔

حضرت ثانی میر ویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرتؒ سفر پر تھے مجھے ہم رکابی کا شرف حاصل تھا۔ موسم سردی کا تھا اور طویل دورانیے کی سخت بارش اس پر مستزاد، نماز کے وقت جب میں نے خیال ظاہر کیا کہ حضور موسم کی شدت کے پیش نظر پہلے وضو سے ہی نماز ادا فرمالیں تو آپؒ نے فرمایا ہر نماز کے لیے تازہ وضو ضروری ہے"۔

سفر ہو یا حضر آپؒ نماز تہجد قضا نہ ہونے دیتے اور کسی حال میں اپنے اوراد و وظائف ترک نہ کرتے۔ اگر سفر پر جانا ہوتا تو وظائف مکمل کر کے روانہ ہوتے اور اپنے متوسلین کو بھی انہی امور کی تلقین فرماتے۔ ایک خط میں مولانا محمد فخر الدین بیر بلویؒ کو ارشاد فرماتے ہیں۔ کتب سلوک مثل تذکرۃ الاولیاء و کیمیائے سعادت زیر مطالعہ خود دارند و از غیر جنس پرہیز نمایند و خلوت را دوست دارند و آخرت را یاد دارند و طالبان حق را سبق خوانند و شغل ذکر و فکر را بسیار قائم نمایند۔ (ترجمہ: کتب سلوک مثلاً تذکرۃ الاولیاء اور کیمیائے سعادت کا مطالعہ کرتے رہیں۔ ناجنسوں کی صحبت سے بچتے رہیں اور خلوت اختیار کریں آخرت کو یاد رکھیں اور طالبان حق کو پڑھائیں اور شغل ذکر و فکر کو خوب قائم رکھیں)۔

ایک دفعہ آپؒ کے جامع ملفوظات مولانا محمد نواز صاحب ساکن کوٹ جائیاں نے عرض کیا کہ وظائف پڑھنے سے مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے مصائب و آلام گھیر لیتے ہیں۔ اس پر حضرت قدس سرہ نے فرمایا

وظائف واشغال کا ترک کرنا سالکان جادہ طریقت کو زیبا نہیں۔ تکلیف کی شدت ہو تو تو ان میں بقدر ضرورت کمی کی جا سکتی ہے اور فرمایا کہ سلطان دارین ﷺ وظائف پر مداومت کا حکم فرماتے جیسا کہ آپ ﷺ سے وارد ہے۔ احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل یعنی اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

آپؒ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے کہ وظائف دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے پڑھے جائیں اور اولیاء کی خدمت میں دنیاوی اغراض سے جایا جائے۔ آپؒ فرمایا کرتے دل کو خیال غیر سے پاک رکھنا چاہیے اور دنیا اور اہل دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ اگر اس طرح عمل کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور یاد حق سے کسی حال میں غافل نہیں ہونا چاہیے۔ محبت کا یہی تقاضا ہے۔

لوگ دنیاوی مقاصد لے کر بزرگوں کے پاس جاتے ہیں اور نیت عمدہ نہ ہونے کی وجہ سے محروم لوٹتے ہیں۔ اور پھر کہنے لگتے ہیں کہ اولیاء اللہ کچھ دے نہیں سکتے۔ چاہیے کہ لوگ ان آستانوں پر اللہ کی خاطر جائیں اس طرح ہر قدم پر حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور جانے والا بامراد لوٹتا ہے۔

زہد و فقر

حضرت سیدنا احمد قدس اللہ سرہ العزیز فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی ورثا میں سے تھے۔ دنیا سے اس قدر بے نیازی حاصل تھی کہ متاع دنیاوی کا ہونا نہ ہونا ان کیلئے یکساں تھا۔ اگر پاس کچھ نہ ہوتا تو صبر کرتے اور اگر کچھ ہوتا تو حاجت مندوں کو دے دیتے۔ فرمایا کرتے کہ ہر کھانے میں سے کچھ نہ کچھ ضرور کسی کو دینا چاہیے اس طرح کھانے کی زکوۃ ادا ہوتی ہے۔ آپ کے مشرب کو سمجھنے اور آپ کے فقر

کی عظمت کا شعور حاصل کرنے کیلئے آپ کا ایک ملفوظ دیکھیں، فرماتے ہیں۔

مرد باید کہ مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام روئے از کونین بگرداند و جز خدا دیگر را دوست ندارد- فانہم عدولی الارب العالمین (آیہ) مال را بذل مہماناں و فرزندارا قصد قرباں وخود راافدائے آتش سوزاں کند تا در دعوی دوستی صادق آید واز ہمہ گسستہ باحق وصل یابد"

ترجمہ:۔ چاہیے کہ مرد ابراہیم علیہم السلام کی طرح دو جہانوں سے منہ پھیر لے اور خدا کے سوا کسی کو دوست نہ رکھے۔ کہ وہ میرے دشمن ہیں سوائے سب جہانوں کے پروردگار کے مال مہمانوں پر خرچ کرے، بیٹے کی قربانی کا ارادہ کرے اور اپنے آپ کو اللہ کی خاطر جلا دینے والی آگ میں ڈالے تا کہ دوستی کے دعوے میں سچا ثابت ہو۔ اور ہر ایک سے تعلق توڑ کر اللہ تعالی کا وصال حاصل کرے۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔

دنیا فضولی است مگر نان کہ سد رمق بود آبیکہ تشنگی ببرد، لباسیکہ ستر شود

ترجمہ: دنیا فضول ہے سوائے اتنے کھانے کے جو زندہ رہنے کیلئے ضروری ہے اور اتنے پانی کے جو پیاس بجھائے اور اس لباس کے جو ستر ڈھانپے۔

حضرت ممدوح رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ اہل دول سے کنارہ کش رہے اور درویشوں کے ساتھ وابستگی ہمیشہ قائم رکھی۔ آپ کی طالب علمی کے دور کی بات ہے کہ ایک دفعہ احمد خان صاحب وزیر نواب بھاولپور نے حضرت تاجدار تونسہ رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے درویشوں اور طلباء کے ناموں کی فہرست اس نیت سے طلب کی کہ ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ مطلوبہ فہرست میں حضرت میروی رحمتہ اللہ علیہ کا نام بھی شامل کر دیا گیا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا اور کہا کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت اعلیٰ کی بارگاہ میں آیا ہوں ہر طرح کی سختی و تنگی کو برداشت کروں گا

غیر کا احسان نہ لوں گا۔اس لیے میرا نام مذکورہ فہرست سے خارج کر دیا جائے۔

ایام طالب علمی کی بات ہے آپ حصول علم کیلئے ملتان میں مقیم تھے۔ یہ زمانہ نہایت عسرت کا تھا۔ایک دن مدرس صاحب نے مشورہ دیا کہ حضرت بہاؤالحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے خانوادے کے ایک فرد بڑے دریا دل اور طلباء پر بہت مہربان ہیں آپ ان سے مل کر اپنی ضروریات بیان کریں وہ یقیناً آپکی مدد کریں گے پھر آپ دلجمعی سے پڑھائی کر سکیں گے۔لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

استاد صاحب کچھ ناراض ہوئے اور ادھر جانے کیلئے قائل کرنے لگے آپ نے عرض کیا اللہ کا دروازہ چھوڑ کر غیر کے در پر جانے سے تو مر جانا اچھا ہے۔حضرت نے طالب علمی کے دور کے سات سال ایک پیراہن میں گزار دیئے۔

ایک دفعہ نواب مظفر خان رئیس کالا باغ نے گزارش کی کہ تونسہ مقدسہ جاتے ہوئے کبھی کالا باغ میں میرے گھر میں بھی قدم رنجہ فرمائیں۔ جب تونسہ مقدسہ کے سفر کا ارادہ کیا تو حضرت فاضل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نواب صاحب کے نام ایک خط لکھ کر حضرت کے سپرد کیا اس خط میں حضرت کیلئے تعریفی کلمات درج تھے۔ آپ نے سوچا کہ شاہ صاحب کے مکتوب گرامی کو لے کر ایک دنیا دار کے ہاں جانا مناسب نہیں یہ سوچ کر خط میں سے حضرت شاہ صاحب کا نام کاٹ لیا اور باقی کا خط پھاڑ کر ایک سوراخ میں رکھ دیا۔اور تونسہ مقدسہ کی طرف شان بے نیازی سے روانہ ہو گئے۔

گلدستہ نصیریہ میں لکھا ہے" خدام اور فقراء کو حکم تھا کہ اہل دنیا کے پاس دنیاوی غرض لے کر ہرگز نہ جائیں۔بعض سائلین کو جو سلوک میں مردانہ وار گامزن تھے بطور آزمائش فرماتے کہ اجمیر شریف جاؤ مگر اس شرط پر کہ ہمراہی بجز اللہ معکم اینما کنتم (جہاں جاؤ خدا تمہارے ساتھ ہے) اور کوئی نہ ہو بعض اس فرمان پر

پورے اترتے اور جو لغزش کھا جاتے تو آپ ان کو فرماتے کہ بجائے فائدہ کے نقصان اٹھایا“۔

حضرت میروی رحمتہ اللہ علیہ کچھ بچا کر رکھنے کے قائل نہیں تھے جو کچھ ہوتا بذل درویشاں کر دیتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ مذکورہ بالا کتاب میں درج ہے آپ بعد نماز ظہر احباب اور۔ خدام کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے۔ ایک بار کسی آدمی نے آپ کے سامنے کچھ روپے رکھ دیئے۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھا آخر ایک شخص کو جس کی قمیض بالکل پھٹی ہوئی تھی قریب بلا کر وہ روپے دے دیئے اور فرمایا کہ نئی قمیض خرید لینا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس کو بھی مٹھی میں چند روپے دے کر فرمایا کہ غلہ خرید لینا یہاں تک کہ سب روپے اسی وقت تقسیم کر دیئے۔

اخلاق عالیہ

حسن خلق مشائخ چشت اہل بہشت قدس اللہ اسرار ھم کا طرہ امتیاز ہے۔ عجز وانکسار، عفو و درگزر، صبر و تحمل اور وفا شعاری و بندہ پروری کے تذکرے زبان زد خلائق ہیں۔ حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے مشائخ کے اخلاق کا آئینہ تھے۔ آپ کی ذات والا صفات حسن خلق کا مرقع تھی۔ ہر کسی سے محبت سے ملتے تاہم اہل دنیا کو پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہ دیتے۔ اگر کوئی کج روی سے پیش آتا تو آپ کی برداشت دیدنی ہوتی۔ ”ذکر ولی“ میں سید کرم حسین شاہ صاحب نے حضرت کے عفو و درگزر اور بذل و عطا کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بعد نماز فجر ذکر جہر میں مشغول تھے کہ ایک جوتا چور آپ کے نعلین پاک لے کر چلتا بنا۔ جب آپ ذکر سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ جوتے کوئی لے گیا ہے۔ ایک آدمی نے بتایا کہ اس حلیے کا ایک بندہ پنڈی گھیب کی طرف تیزی سے جاتا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ شائد وہی چور ہو درویش اسکی تلاش میں نکلنے لگے تو حضرت نے فرمایا اسے کچھ نہ کہنا بلکہ

میرے پاس لے کے آنا میں خود اسے سزا دوں گا۔ الغرض چور پکڑا گیا اور آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو مسکرا کے فرمایا کیوں بھئی تمہیں جوتوں کی زیادہ ضرورت تھی کہ اٹھا کر بھاگ نکلے پھر جب تم نے پیچھا کرنے والوں کو دیکھ لیا تھا تو جوتے کہیں پھینک دیتے اور پکڑے جانے کی رسوائی سے بچ جاتے۔ پھر آپ نے اس کو ایک روپیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پنڈی گھیب سے جوتے خرید لینا اس طرح اسے باعزت طریقے سے رخصت فرما دیا۔

گلدستہ نصیریہ میں مولانا نصیر الدین صاحب بیر بلوی نے حضرتؒ کی رحم دلی کا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

''آپؒ کی رحم دلی آدمیوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حیوانات بھی اس دائرہ میں شامل تھے۔ ایک دفعہ ایک خادم نے عرض کی بڑا اونٹ بیمار ہے کھاتا پیتا بھی نہیں اس کو ذبح کرادیں فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اونٹ لایا گیا تو آپؒ نے مہار کھینچ کر اس کا سر نیچا کیا اور اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا اس نے ہماری بہت خدمت کی ہے اب اس کی خدمت کا وقت آگیا ہے پھر آپؒ نے ایک خادم سے فرمایا یہ اونٹ تمھاری ذمہ داری میں ہے اس کو چرا کر یہاں بٹھا دیا کرو''۔

تعلیمات

حضرت ممدوح من و ما قدس اللہ سرہ العزیز سنی حنفی مسلمان تھے۔ اور مضبوطی کے ساتھ عقائد صحیحہ پر قائم تھے۔ آپ کے ملفوظات اور حالات زندگی کے مطالعہ سے آپ کی جن تعلیمات کا پتہ چلتا ہے کا خلاصہ یہ ہے۔

1۔ نجات کیلئے اور قرب خداوندی کیلئے اللہ تعالی اور اس کے محبوبوں کی محبت کا ہونا ضروری ہے۔ حضرتؒ کی مہر کا نقش تھا:

حب حق و حب محبوبان حق

در دل احمد بود ھر دم سبق

ترجمہ: اللہ اور اس کے محبوبوں کی محبت احمد کے دل میں ہر لحظہ بڑھتی رہے۔

2۔عقائد و اعمال میں اہلسنت و جماعت کثر ہم اللہ کا اتباع لازم ہے: جو اس مبارک جماعت سے خارج ہے مردود بارگاہ اور جہنمی ہے۔آپؒ مذہب حنفی کی تبلیغ فرماتے اور جو اہل سنت کے چار مذاہب سے باہر ہوتا اسے راہ راست پر خیال نہ فرماتے۔آپؒ کو اسلام کے دعویدار شیعہ، وہابی، چکڑالوی، قادیانی، بابی وغیرہ فرقوں سے دلی نفرت تھی۔اور کئی حنفی علماء کو ان کی سرکوبی پر لگا رکھا تھا۔ایک دفعہ ایک مدعی سیادت شیعہ موضع توت میں آیا اور لوگوں کو اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے لگا۔موضع مذکور کے چند غیور سنی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ گاؤں کے اکثر لوگ رافضی ہو رہے ہیں اس سلسلے میں آپؒ کی مدد کی ضرورت ہے۔اس پر آپؒ توت پہنچے اور لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا۔شیعہ ہو جانے والوں سے پوچھا کہ سب سے پہلے برصغیر میں حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری و سید جلال شاہ صاحب اچ شریف اور سید عیسیٰ شاہ بلوٹ رحمۃ اللہ علیہم نے اسلام کا نور پھیلایا۔پہلے ان کو شیعہ ثابت کرو تو ہم تمھاری بات مان لیں گے۔ورنہ لوگوں کو گمراہ نہ کرو۔اکثر لوگ آپؒ کی بات کے قائل ہو گئے۔بعض نے سرکشی دکھائی۔نتیجتاً سارا علاقہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو گیا۔اس پر باقی ماندہ لوگ بھی حضورؒ کی خدمت میں آئے اور تائب ہو کر اہلسنت و جماعت میں داخل ہو گئے۔اس پر آپؒ نے خوش ہو کر اس ویران گاؤں کی آبادی کے لیے دعائے خیر و برکت فرما دی۔

3۔کل جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در فیض رساں کا سوالی ہے۔سید کرم حسین شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مصیبت زدہ کو نبی کریم ﷺ نے مشکل کے حل کے لیے میرا شریف حاضری کا حکم دیا۔اس نے حضرتؒ کی طرف

عریضہ میں یہی بات لکھ کر بھیج دی تو آپؒ نے جواباً تحریر فرمایا جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے سب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مہربانی ہے ورنہ یہ فقیر اور آپ بلکہ سارا جہان اسی سرکار کے دروازے کا سوالی ہے۔

4۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کی دادرسی فرماتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک دفعہ معجزات انبیاء علیہم السلام بیان فرماتے ہوئے آپ نے حاجی غلام محمد نامی مرید حضرت اعلیٰ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے سفرِ حج کا ایک واقعہ سنایا کہ نام بردہ بعد ادائے حج مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک مقام پر قافلے سے پیچھے رہ گئے تو بدوؤں نے اس قدر لوٹا کہ بدن کے کپڑے بھی اتار لیے۔ عریاں ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ کی طرف منہ بھی نہ کر سکتے تھے اسی پریشانی میں سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو دو کپڑے قریب پڑے تھے۔ ایک میں نہائت عمدہ کھجور لپٹی ہوئی تھی۔ ان کپڑوں کو سرکار مدینہ کی عطا اور دستگیری کا نمونہ سمجھتے ہوئے اٹھا لیا اور کام میں لائے۔

اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہم سوں کو پالتے ہیں اور ایسا پالتے ہیں

5۔ تبرکات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی تعظیم واجب ہے۔ بشارت الابرار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ امرتسر کے کچھ لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس کا نقش مبارک لے کر میرا شریف حاضر ہوئے۔ ان کے پاس اس نقش کی سند بھی موجود تھی۔ لیکن بعض حضرات نے نقش مبارک کی اصلیت پر شک کا اظہار کیا تو حضرت نے فرمایا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر اس نقش پا پر دل و جان سے فدا ہونا چاہیے۔

6۔ سادات کرام کی تعظیم کرنا اہل ایمان پر لازم ہے۔ خواہ ان کے اعمال کیسے ہی کیوں

نہ ہوں"۔

7۔علمائے کرام کے جوتے بھی واجب التعظیم ہوتے ہیں

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے تذکرہ نگار مولانا محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے جوتے اتار کر مسجد کے اندر رکھ دیئے۔ جب خواجہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور جوتوں کو دیکھا تو اپنے خادم سے فرمایا کہ یہ جوتے مسجد میں خلاف ادب پڑے انہیں باہر پھینک دو۔ خادم نے عرض کیا کہ یہ تو مولوی صاحب کے جوتے ہیں۔ اس پر حضرت نے جوتے خود اٹھا لیے اور یوں کہتے ہوئے ادب کے ساتھ ایک طرف رکھ دیئے کہ میں نے مولوی صاحب کے جوتوں کی بے ادبی کی ہے۔

8۔ضرورت مرشد

التزام صحبت خدا رسیدہ سے مقامات طے ہوتے ہیں محض اپنی محنت اور مطالعہ کتب سے کام نہیں چلتا۔ بیعت ثانی ہرگز نہ کی جائے تاہم اگر کسی غیر شرع سے واقع ہوئی تو اس کو فسخ کر دینا چاہیے۔

بشارت الابرار میں حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ایک حکایت بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت فاضل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تونسہ شریف جا رہے تھے کہ علاقہ پنڈی گھیب کے ایک مولانا صاحب آپکے شریک سفر بن گئے۔ دوران سفر شاہ صاحب سے کہنے لگے کہ میں نے مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی لیکن مجھے اس بیعت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اب بیعت ثانی کیلئے تونسہ مقدسہ جا رہا ہوں شاہ صاحب یہ سن کر بہت غضبناک ہوئے لیکن بپاس ادب کچھ نہ کہا۔ حتی کہ تونسہ مقدسہ پہنچ گئے۔ مولانا صاحب نے حضرت اعلیٰ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری پہلی بیعت مولانا محمد علی رحمتہ

اللہ علیہ کے ہاتھ پر تھی اب آپ وفات پا چکے ہیں اس لیئے اس عاجز کو شرف بیعت سے نوازیں۔ یہ سن کر حضرت بہت جلال میں آ گئے اور جھڑکتے ہوئے فرمایا۔ دست مولوی دست من بود برای بیعت استقامت باید داشت۔ ''مولوی صاحب کا ہاتھ میرا ہاتھ تھا۔ اسی بیعت پر قائم رہو''۔

عبادت خالصتاً لوجہ اللہ کی جائے کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہ ہو تو دنیا کے کام بفضل الٰہی خود بخود ہوتے رہتے ہیں۔ **ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب.**

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔

9۔ سماع کے آداب کی پابندی ضروری ہے۔ پڑھنے والے پابند شرع ہوں اور کلام کے مضامین شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

جس کو سماع سے لذت اور شوق الٰہی اور دنیا سے انقطاع حاصل ہو اس کو راگ کا سننا جائز ہے۔ اور اگر شہوت نفسانی اور خیالات شیطانی راگ کے سننے سے زیادہ ہوں تو ایسے آدمی کو راگ کا سننا حرام ہے۔

10۔ صوفیائے خام سے نفرت: حضرت کے ملفوظات میں ہے اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے درویشانہ لباس میں آئے اور لوگوں کو خداوند کریم کی طرف رغبت دلائے اور دین متین کو روشنی بخشے تو وہ اللہ کا بندہ ہے اسکی اتباع کی جائے اگر اس سے یہ آثار ظاہر نہ ہوں تو جان لو کہ وہ خالی ڈھول ہے معرفت اور حقیقت سے بے بہرہ۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ترجمہ: بہت سے شیاطین انسانی صورت میں ہیں۔ اس لیئے ہر کسی کی ہاتھ میں ہاتھ

نہیں دینا چاہیے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے کوٹ چاند نہ نزد کالا باغ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے میرے ساتھ بڑی عقیدت و محبت کا اظہار کیا وہاں ایک عابد زاہد بندہ بھی رہتا تھا۔ اس نے اپنے معتقدین سے کہا نجانے ان چشتی پیروں کے پاس کیا مکر و فریب ہے کہ لوگ ان سے بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ دیکھو یہ بندہ جو یہاں آیا ہے کس طرح اس کے دست و پا چوم رہے ہیں حتیٰ کہ نواب صاحب بھی، جبکہ یہ کسی کی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ دوسری طرف میں ہوں کہ اتنی عبادت کرتا ہوں ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہوں لیکن یہ لوگ مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

یہ باتیں جب مجھ تک پہنچیں تو میں نے دل میں کہا اے درویش لوگوں کو چھوڑ اور اللہ سے محبت پیدا کر۔

11۔ کمالات اولیاء: اللہ والے اپنے متوسلین کی مدد فرما سکتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ پیر کامل وہ ہے جو

(1) بوقت بیعت مرید کے پچھلے گناہ معاف کروادے جیسے آج ہی شکم مادر سے جنم لیا ہو۔

(2) مرید کو عالم نزع میں شیطان کے مکر سے بچالے تاکہ اُس کا خاتمہ بالخیر ہو۔

(3) قبر میں منکر نکیر سے پہلے مرید کی مدد کیلئے پہنچ جائے۔

پیر کامل کی بیعت تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اگر صاحب ارادت کی استعداد کامل ہے تو اسی وقت اسے فیوضات عرفان کامل حاصل ہوں گے۔ اگر اس درجہ سے استعداد کم ہے تو کچھ مجاہدہ کے بعد۔ اگر اس سے بھی کم ہے تو جب فوت ہوگا دولت ایمان سے مشرف ہو کر وفات پائے گا۔

بشارت الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اکثر سنایا کرتے۔ کہ حضرت فخر جہاں نے فرمایا۔ پیر میں اتنی طاقت ہونی چاہیے کہ اگر اس کے ایک سو مرید بھی بیک وقت مرض موت میں مبتلا ہوں اور ہر ایک کے درمیاں دوسوکوس کا فاصلہ ہو تو پیر ہر مرید کے ایمان کی حفاظت کیلئے اس کے پاس موجود ہو۔ بعض لوگوں نے حضرت فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی کمالات کو جانچنا چاہا۔ تو انہوں نے ایک منصوبے کے تحت حضرت کو بیک وقت کئی جگہوں پر تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ نے سب کی دعوت قبول فرمائی۔ دعوت کا وقت ہوا تو آپ ہر دعوت میں موجود تھے۔ اس پر لوگوں نے تسلیم کرلیا کہ حضرت فخر نے جو کچھ فرمایا صحیح ہے۔

12۔ ذکر ولی میں آپ کے ایک مکتوب گرامی بنام سید احمد شاہ صاحب کے مندرجات سے حاصل ہونے والے فوائد کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اس راہ میں بڑے صبر کی ضرورت ہے اور پہاڑ کی طرح مضبوطی درکار ہے تب کہیں جا کر دروازہ کھلتا ہے۔ کم کھانا کم پینا اوراد وظائف پر محکم رہنا، درس دینا لیکن چھوٹے بچوں کے درس سے اجتناب کرنا، رات کو جاگنا، دنیا داروں کی طرف نہ جانا اور کسی سے نذر نہ مانگنا اگر بلا مانگے کوئی دے تو انکار نہ کرنا۔ وظائف کے وقت دروازہ بند رکھنا، اگر کوئی ورد وظیفہ پوچھے تو اس کو بتانا، جائز تعویذ لکھنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا، کھانے میں حاضرین کو شریک کرنا اختیار کرنا ضروری ہے۔

13۔ فوٹو بنوانے سے اجتناب:۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ تصویر سازی کو شریعت کے خلاف سمجھتے تھے اور کسی کو اپنی تصویر اتارنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بشارت الابرار میں لکھا ہے پشاور سے بذریعہ ریل گاڑی واپس تشریف لاتے ہوئے جب کیمبل پور (اٹک) پہنچے تو وہاں کے معتقدین نے آپ کے لیے اور آپکے ساتھیوں

کیلئے کھانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جب آپ کھانا تناول فرما رہے تھے ایک بندہ کیمرہ اٹھائے تصویر لینے کی نیت سے قریب آیا۔ حضرت کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی آپ جوش میں آگئے اور فرمایا ایں کار خلاف شرع نہ کنید۔ (یہ خلاف شرع کام نہ کرو) لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے تصویر لینی چاہی لیکن کیمرے کا شیشہ ٹوٹ گیا اور تصویر نہ بن سکی۔

حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات

1۔ بشارت الابرار میں مولانا نور حسین صاحب فتح جنگ والے حضرت سید احمد شاد صاحب فتح جنگ والوں کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ، حضرت فاضل شاہ صاحب کے ساتھ علاقہ کشمیر کی سیاحت پر تھے کہ ایک گاؤں میں ایک رات گزارنے کا اتفاق ہوا اس علاقے میں ایک آدم خور شیر پایا جاتا تھا۔ جو ستر کے قریب لوگوں کو نقصان پہنچا چکا تھا۔ جو بندہ بھی رات کو گاؤں سے باہر نکلتا اس درندے کے پنجے سے بچ نہ سکتا۔ حضرت خواجہ کا قیام ایک لوہار کے گھر میں تھا۔ آپ سحری کے وقت نماز تہجد ادا کرنے کے لیے اٹھے اور رفع حاجت کیلئے بلا خوف وخطر باہر چلے گئے۔ واپس آکر صحن میں وضو فرمانے لگے۔ آہن گر کو جب معلوم ہوا کہ حضرت باہر تشریف لے گئے ہیں تو بہت پریشان ہوا اور ایک مشعل لے کر باہر آیا تو یہ منظر دیکھ کر اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضرت وضو کرنے میں مشغول ہیں اور شیر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے جب آہن گر نزدیک ہوا تو شیر ادب سے اٹھا اور جنگل کی راہ لی۔ بعد ازاں اس گاؤں کے کسی بندے کو کوئی ضرر نہ پہنچایا۔

2۔ سید احمد شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں دوران سیاحت چند طلباء کے ساتھ بمقام بھلڑ توپ گڑھی افغاناں میں سکونت گزیں ہوا طلباء کو سبق پڑھانے کے بعد میں آبادی سے دور

پہاڑوں میں جا کر ذکر جہر کیا کرتا۔ایک دن میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ ذکر میں مشغول تھا کہ ایک خوفناک شیر میرے قریب آ کے غرایا۔ میں بلا خوف وخطر ذکر میں مشغول رہا۔تھوڑی دیر بعد شیر بھی میرے ساتھ ذکر کرنے لگا۔جب میں لا الــہ الا اللہ کہتا وہ خاموش ہو جاتا جب میں ذکر میں وقفہ کرتا تو وہ ذکر کرنے لگتا۔کافی دیر ہم دونوں اسی طرح ذکر میں مشغول رہے بعد اختتام وظیفہ مجھے سلام کر کے جنگل میں چلا گیا۔

3۔گلدستہ نصیریہ میں لکھا ہوا ہے کہ کچھ مفسدین نے تھانہ پنڈی گھیب میں شکایت کی کہ خواجہ احمد میرویؒ کی خانقاہ میں ناجائز اسلحہ رکھا ہوا ہے چنانچہ تفتیش کی غرض سے تھانہ پنڈی گھیب کا انچارج ایک جابر سب انسپکٹر ذات کا سید بڑی سینہ زوری سے میرا شریف پہنچا۔لیکن حضرتؒ کی ہیبت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو حضرت کی قدم بوسی کی اور معافی کا خواستگار ہوا۔حضرت نے معاف فرما کر بیعت کر لیا اور پھر مجاہدات وریاضات کے بعد خلافت سے بھی نوازا۔

یہ سید سلطان محمد شاہ صاحب رئیس شاہ پور شہر تھے جنہوں نے بیعت کرنے کے بعد نوکری چھوڑ دی اور حضرت کی دعا سے انکی غیر آباد اور بنجر زمین آباد ہو گئی اور جلد ہی خوشحال ہو گئے۔

4۔جناب پروفیسر مولانا ضیاء الدین صاحب میرا شریف میں حاضری اور بیعت سے سرفرازی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں ”مجھے زمانہ طالب علمی میں تپ دق کا مرض لاحق ہو گیا علاج سے مایوس ہو کر میں حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھوڑے ہی دن آپ کی خدمت میں رہنے سے میرا مرض جاتا رہا او جو ڈاکٹر اور حکیم میرے علاج سے عاجز آ گئے تھے۔میری صحت یابی پر سخت حیران ہوئے۔

5۔سلطان محمود نمبردار صاحب سکنہ ڈھولر حضرت کی خدمت میں آ کے عرض گزار ہوئے کہ میری بینائی جاتی رہی ہے اور میں قرآن کریم کی زیارت وتلاوت سے محروم ہو گیا ہوں۔ حضرت نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالی تمہیں تلاوت سے محروم نہیں فرمائے گا سلطان محمود صاحب بیان کرتے کہ میں نابینا ہونے کے باوجود قرآن پاک دیکھ کر پڑھ لیا کرتا ہوں۔

6۔ مولانا عبدالغفور صاحب حطاری بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں مجنون اور گونگا تھا۔بارہ سال کی عمر تک یہی کیفیت رہی۔ اتفاق سے خواجہ احمد میروی گڑھی شریف عرس کے موقع پر تشریف لائے تو میرے والد نے مجھے آپ کے حضور پیش کیا اور دعا کے خواستگار ہوئے۔آپ نے دعا فرمائی اور مجھے گویائی اور عقل کی نعمت فی الفور عطا ہو گئی۔میں نے ٦ ماہ کے اندر ہی قرآن پاک ختم کر لیا اور پھر دیگر علوم وفنون کے حصول میں لگ گیا۔

7۔حاجی عبدالمجید صاحب جسیالوی کی زبانی خزینہ حق میں لکھا ہے کہ انہوں نے کنواں کھدوایا لیکن پانی بہت کم آیا۔ میرا شریف حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور بندہ نوازی فرماتے ہوئے جسیال تشریف لائیں تا کہ آنجناب کی دعا سے اللہ تعالیٰ ہمیں وافر پانی عطا فرما دے۔آپ نے فرمایا ایک بڑا سا پتھر لے آؤ۔ایک چھوٹا سا پتھر لایا گیا تو آپ نے خود ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر مجھے دیا اور فرمایا کہ اسے کنویں میں ڈال دو۔جیسے ہی پتھر کنویں میں ڈالا نیچے سے تیزی کے ساتھ پانی نکلنے لگا اور پھر بھی اس کنویں سے پانی کبھی ختم نہیں ہوا۔

8۔صاحب بشارت الابرار بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سر العزیز نے فرمایا کہ میں تونسہ مقدسہ سے واپسی پر ملتان میں ٹھہرا ہوا تھا۔

ایک مسجد میں شام کی نماز پڑھنے کے بعد ذکر اذکار میں مشغول تھا کہ ایک بندہ میرے

پاس آ کر رونے لگا میں نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں سخت مالی مشکلات کا شکار ہوں دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے رزق میں برکت فرمائے میں نے اسے ایک تعویز دیا کہ اسے گھر میں ادب کے ساتھ محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کے دن پھر گئے۔ اور میرا شریف آ کر اس نے اپنی خوشحالی کا ذکر سنایا۔

9۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پشاور میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی کہ میرے بیٹے کو ایک مقدمہ قتل میں پھانسی کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ پھر اس نے انتہائی پر درد انداز میں بیٹے کے واقعات عرض کیئے اور دعا کا طلب گار ہوا۔ حضرت نے فرمایا ایک دنبہ ذبح کر کے فقراء میں تقسیم کر دو پھر رحم کی اپیل کرو۔ انشاء اللہ تمہارا بیٹا بری ہو جائے گا۔ اس نے حضرت کے ارشاد کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالی نے اسے پھانسی کی سزا سے بچا لیا۔

10۔ مولانا احمد دین صاحب دھرابی والوں کا بیان ہے کہ میں حضرت سے ملاقات کی نیت سے گھر سے روانہ ہوا۔ راستے میں موضع مرکھال میں ایک رات گزاری۔ کسی نے مجھ سے کھانے کا نہ پوچھا لہذا رات بھوکا ہی سو گیا۔ صبح میرا شریف پہنچا تو حضرت نے راستے کے حالات پوچھے میں نے اپنے سفر کی کل داستان عرض کی لیکن رات کا بھوکا رہنا بیان نہ کیا۔ کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے مسکرا کے فرمایا کہ گزشتہ رات مولانا نے زیادہ کھا لیا ہے۔ انہیں اب بھوک نہیں۔ مگر میں انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کروں گا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ نے اپنے نور باطنی سے میرے فاقے کو جان لیا ہے۔ کھانا لایا گیا تو مجھے حضرت کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر آپ نے مجھ سے میرے ذریعہ معاش کے بارے میں سوال کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں فن طب میں مہارت رکھتا ہوں۔ اس کو پیشہ بنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ

کرو بلکہ لوجہ اللہ وعظ کیا کرو تا کہ لوگ گمراہی سے بچ سکیں۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ آجکل واعظین بہت سے ہیں اور مجھ سے کہیں زیادہ فصیح و بلیغ ہیں اور پھر لوگ علماء کو کوئی وقعت بھی نہیں دیتے۔ اس پر حضرت نے جوش میں آ کے فرمایا کہ مولانا آپ کے دور میں کوئی واعظ آپ کا ہم پلہ نہ ہوگا اور آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوگی۔ لوگ وعظ کیلئے تاریخیں مانگیں گے اور آپ مہینوں بلکہ سالوں کی تاریخ دیا کریں گے۔ حضرت کا فرمان بفضلہٖ تعالیٰ سو فی صد پورا ہوا۔ اب میری وعظ گوئی کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ کسی کو مہینے کا وعدہ دیتا ہوں تو کسی کو سال کا بلکہ کسی کو اس سے بھی زیادہ کا۔ مذاہب باطلہ خصوصاً فرقہ شیعہ پر میرا اتنا رعب طاری ہے کہ ان کے مناظر خواب میں بھی مجھ سے ڈرتے ہیں اور میرے سامنے آنے کی جرات نہیں کرتے۔

ذکر وصال

21 ذوالحج 1329ھ کو ایک پھنسی ہاتھ پر ظاہر ہوئی۔ جس کے ساتھ حضرت کو بخار بھی ہونے لگا۔ آپ نے اس بیماری کو مرض موت سمجھا اور اشارے کنائے میں سفر آخرت کی باتیں آپ کی زبان اقدس پر آنے لگیں۔ مولانا ظہور الحق صاحب بسالوی نے حال پوچھا تو آپ نے یہ شعر پڑھے۔

نہ پڑھ جنازہ تو اے نمازی
اگر بہ میرم بہ عشق بازی
نہ میں مرا ہوں ہوا ہوں غازی
براہ ساجن چلن ہوا ہے

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا فرمائی پھر بنگلے میں چلے گئے۔ اگر چہ اس وقت آپ کو شدید درد تھا لیکن چہرہ مبارک ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھا۔ مولانا عبدالرؤف صاحب اورنگ آبادی

نے آپ کا علاج کیا۔ پھنسی کا درد بھی جاتا رہا اور بخار بھی اتر گیا لیکن آپ کا جسم بہت کمزور ہو چکا تھا۔ اس بیماری کے ایام میں زیادہ تر وقت آپ آنکھیں بند کر کے ذکر وقوف قلبی میں مشغول رہتے۔ منگل کی شب مولانا احمد خان صاحب سے فرمایا کہ آج منگل ہے میری تاریخ وفات لکھ لو اور لوگوں کو بنگلہ سے نکال دو کہ میں تنہائی میں ذکر الٰہی میں مشغول ہو سکوں۔ یہ ارشاد سن کو حافظ بدرالدین صاحب نے عرض کیا۔

اگر شب بمانی بمہماں سرا
دل و جان من بر تو بادا فدا

ترجمہ: اگر مہماں سرائے میں ایک رات اور ٹھہر جاؤ تو دل و جان آپ پر فدا کروں

حضرت خواجہ نے غمزدہ مخلصین کی تسلی کی خاطر فرمایا اچھا جیسے اللہ کی رضا۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ

اگرم خلاص جوئی و اگرم ہلاک خواہی
سر بندگی بخدمت بہ نہم کہ پادشاہی

ترجمہ: تو مجھے بچالے یا ہلاک کرے میرا بندگی کا سر تیری خدمت میں جھکا ہوا ہے۔

5 محرم 1330ھ بروز بدھ (چہار شنبہ) بوقت اشراق تیرہ دن بیمار رہ کر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آخری الفاظ یہ تھے

رب اغفر لی و الحقنی بالرفیق الاعلی

حضرت مولانا احمد خان صاحب

المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے مرید، خلیفہ اور جانشین حضرت خواجہ احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۷ ہجری میں موضع چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام محمد پناہ تھا تعلق اعوان قوم کے ساتھ تھا۔

حضرت مولانا ۲ سال کی عمر میں ہی سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ والدہ ماجدہ اور خالہ صاحبہ نے بڑی محنت اور محبت سے پرورش کی اور ہر طرح کی آسائشیں مہیا کیں۔ لیکن آپؒ پر شروع سے ہی فقر کا غلبہ تھا۔ آپؒ سادہ لباس پہنتے اور انتہائی سادہ غذا تناول فرماتے اور عام بچوں کی طرح لذیز کھانوں اور رنگا رنگ لباس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کھلنڈرا پن تو آپؒ کو چھو کر بھی نہیں گیا تھا۔ بمشکل ۵ سال کے تھے کہ اس خیال سے کہ والدہ ماجدہ پر بوجھ نہ بنیں، بکریاں پال کر اور لوگوں کی بکریاں جنگل میں چرا کر اپنے لئے روزی کمانے کا ذریعہ بنالیا۔ والدہ ماجدہ صبر و رضا کا پیکر اور بہت باشعور خاتون تھیں۔ یتیم کی ماں ہونے کے ناطے بچے پر اپنی جان نچھاور کرتیں لہذا خود کو مشقت میں ڈالنا پسند کیا لیکن اپنے بچے کو بکریاں چرانے کی محنت سے بچا کر قرآن پاک اور دینی کتب پڑھنے کے لیے مولانا حافظ عبداللہ صاحب کے مکتب میں بٹھادیا۔

مولانا حافظ عبداللہ صاحب درد انسان تھے اور حضرت اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ وقتاً فوقتاً میرا شریف حاضر ہو کر شیخ کریمؒ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے اور اپنے شاگردوں میں اپنے شیخ کے الطاف و اکرام اور کمالات باطنیہ کا تذکرہ بہت والہانہ انداز میں کرتے رہتے تھے۔ استاد صاحب کی زبانی حضرتؒ اعلیٰ کا ذکر خیر سنتے سنتے مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں شدید

خواہش پیدا ہوئی کہ میرا شریف جا کر خواجہ بزرگ کی زیارت سے اپنی بے تاب آنکھوں اور بے قرار دل کو تسکین دیں۔

ناز نینا مہر تو سوزے میان جاں نہاد

شعلہ ھائے آتشیں در سینہ بریاں نہاد

ترجمہ: اے نازنیں تیری محبت نے دل و جان میں سوز پیدا کر دیا ہے۔اس آگ کے شعلے جلے ہوئے سینے میں داخل کر دیئے ہیں۔

آخر کار مولانا حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میرا شریف جانے کا ارادہ فرمایا اور اپنے گاؤں سے روانہ ہو گئے۔مولانا احمد خان صاحبؒ کو جب معلوم ہوا کہ استاد صاحب میرا شریف کے لیے چلے گئے ہیں تو آپؒ بھی پا پیادہ، یکہ وتنہا دیوانہ وار میرا شریف کو جانے والے راستے پر چل پڑے۔وفور شوق کا یہ عالم کہ استاد صاحب سے پہلے میرا شریف پہنچ گئے حالانکہ آپؒ ان سے دو دن بعد روانہ ہوئے تھے۔

پہلی ملاقات کے موقع پر ہی حضرتؒ اعلیٰ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اور شیخ کے آستانے پر یوں جم کے بیٹھ گئے جیسے یہاں سے کبھی نہ جانے کا عزم کر لیا ہو۔۲ ماہ حضرتؒ سے فیض باطنی حاصل کرتے رہے اس عرصے میں استاد صاحب بھی یہیں رہ کر مجاہدہ میں مصروف رہے جب استاد شاگرد واپس چکڑالہ جانے لگے تو حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ننھے مرید کو چار نصیحتیں فرمائیں۔

۱۔ علم دین ضرور حاصل کرنا۔

۲۔ میری اجازت کے بغیر کسی مدرسے میں داخلہ نہ لینا۔

۳۔ اساتذہ کا ادب نگاہ رکھنا۔

۴۔ درویشوں سے مروت سے پیش آنا۔

ادب تاج است از لطف الٰہی

بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ: ادب اللہ کے فضل سے عطا ہونے والا تاج ہے۔اسے سر پر سجا کر جہاں چاہے چلا جا۔

ان نصیحتوں کی جامعیت سے جہاں خواجہ بزرگ کی بصیرت اور فکر کا اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ آپؒ نے اپنی مومنانہ بصیرت سے جان لیا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر روحانیت میں بلند مقام پر پہنچنے والا ہے۔

چکڑالہ واپس جا کر مولانا احمد خان صاحبؒ نے قران مقدس کی تعلیم مکمل کی اور فارسی زبان وادب پر مکمل عبور حاصل کیا اس کے بعد صرف ونحو وغیرہ علوم پڑھنے کے لیے کھیوالی تحصیل چکوال مولانا خان ملک کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔بشارۃ الابرار کی روایت کے مطابق آپ کھیوالی سے تحصیل صرفونحو کے بعد مزید علوم کے حصول کی خواہش سے کسی اور مدرسے میں جانا چاہتے تھے لیکن اس کے لئے شیخ کاملؒ سے اجازت لینا ضروری تھا۔سو حضرت کی خدمت میں میرا شریف حاضر ہو کر مدعا پیش کیا۔تو آپؒ نے اس جذبے کو سراہتے ہوئے فرمایا:

ہرگز نہ شوی شیر بیابان طریقت

تا سگ شدہ در کوچہ و بازار نہ گردی

ترجمہ: ہرگز طریقت کے جنگل کا شیر نہیں بن سکتا جب تک کتا (شیخ کا فرمانبردار) بن کر گلی گلی نہ پھرے۔

حضرتؒ سے دعائیں اور نصیحتیں لے کر حضرت ثانیؒ نے حصول علم کے لیے پنجاب کے اطراف واکناف میں اہل علم کے پاس خوشہ چینی کی اور مروجہ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔

آپ ؒ نے بلکسر ، چک چکوڑہ ، مرید ، دیہہ پور ، مکھڈ شریف ، شکار پور ، ہشیار پور وغیرہ کے مدارس سے کسب فیض کرنے کے بعد آخر میں سکندر پورہ ضلع ہزارہ میں مولانا احمد صاحب سکندر پوری سے کتب تفسیر و حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

چکڑالہ کے ایک گمنام گھرانے کا یتیم بچہ فضل ایزدی سے اب علوم شریعت کے خزانوں کا امین بن کر طریقت کی شاہراہ پر گامزن تھا۔ ۲۸ شعبان ۱۳۰۷ ہجری کو گڑھی افغاناں میں حضرت فاضل شاہ علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر حضرت اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست سماحت سے دستار فضیلت سر پر سجا دی۔ اور عرس کی تقریبات ختم ہوئیں تو اپنے ساتھ لے کر میرا شریف لے آئے۔ چند دن شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد والدہ ماجدہ کی ملاقات کے لیے آبائی گاؤں چکڑالہ کے لیے روانہ ہوئے اور اس مشفقہ کی خدمت سے سعادت اندوز ہوئے۔ اس عرصہ میں میرا شریف آنے جانے کا سلسلہ چلتا رہا۔ چکڑالہ میں ماں کی خدمت اور دعاؤں سے اور میرا شریف میں مرشد برحق کی توجہ سے آپ ؒ کا بلندیوں کا سفر جاری رہا۔ حتیٰ کہ ۱۳۲۴ ہجری میں آپکی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔

مولانا احمد خان صاحب ؒ نے زمانہ طالب علمی میں فن طب میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا اور چکڑالہ میں مطب کھول لیا تھا۔ اور کثیر تعداد میں مریض آپ کے پاس آنے لگے تھے لیکن آپ ؒ کے مقدر میں تو اجسام کا نہیں ارواح کا معالج ہونا لکھا تھا صرف چند ماہ مطب چلانے کے بعد جادہ الفت کا یہ مسافر قطب میرا کی زلفوں کا اسیر، سالک راہ حق ، چکڑالہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اس جذبے کے تحت میرا شریف آ پہنچا کہ:

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف

مولانا صاحب ؒ کو خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا کسی حال میں جدائی گوارہ نہ تھی۔ سفر و حضر میں شیخ کے ساتھ رہتے اور آنجناب کی خدمت کر کے قرب الٰہی کے منازل طے کرتے۔ حضرت ؒ بھی آپ ؒ پر خصوصی توجہ و شفقت فرماتے اور آپ پر اتنا اعتماد فرماتے کہ اپنی زندگی میں ہی خانقاہ کے جملہ امور کا نگران آپ کو بنا دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت ؒ فرمایا کرتے کہ مولوی احمد خان ؒ عمر ثانی ہیں۔ آپ ؒ نے خانقاہ کا نظام بڑی لیاقت سے چلایا۔ چکڑالہ میں جو کچھ جائیداد تھی بھائی کے نام کر دی اور مکمل توجہ خواجہ ؒ کے درویشوں اور مریدوں کی خدمت کی طرف مبذول فرما دی۔ خدمت درویشاں کا یہ سلسلہ ۵ سال تک اسی نہج پر چلتا رہا۔ حتیٰ کہ جب ۱۳۳۰ ہجری میں حضرت ؒ اعلیٰ کے وصال کا وقت قریب آیا تو مولانا کو اس ارشاد کے ساتھ اپنا جانشین مقرر فرما دیا ''مولوی احمد خان ؒ صاحب کو میں اپنا قائم مقام کرتا ہوں اور لنگر کا کام کاج ان کے حوالے کرتا ہوں قرض ادا کرنے اور گور و کفن پر خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے تیسرے حصے کے مالک مولوی احمد خان ؒ ہیں۔

سیرت و کردار:

آپ ؒ بہت قد آور، وجیہہ اور بارعب شخصیت تھے اور اتباع سنت و شریعت میں یگانہ تھے نہ خود شریعت کے خلاف چلتے نہ کسی دوسرے کو کوئی خلاف شرع کام کرنے کی اجازت دیتے۔ حکم ربانی کے نفاذ مین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مظہر تھے اور اپنے عصا سے وہی کام لیتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کوڑے سے لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو بے حد اوصاف سے نوازا تھا، علم، عقل، بصیرت، عشق الٰہی۔ حب مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زھد وتقویٰ اور آہ وزاری میں مشہور روزگار تھے لباس میں بے تکلفی اور سادگی ایسی کہ جسکی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔ کئی سال ایک ہی پیرہن میں بسر فرمائے۔ وہ پیرہن آج بھی تبرکات میں محفوظ اور سالکان راہ کا رہبر وراہنما ہے۔

آپؒ بلا خوف لومۃ لائم کلمہ حق کہتے اور حق پر ہی عمل کرتے اور کرواتے۔ وابستگان خانقاہ میں سے کوئی درویش یا طالب علم ترک صلوٰۃ تو دور کی بات ترک جماعت کا مرتکب بھی نہیں ہوتا تھا۔ اگر کسی سے ادائے صلوٰۃ میں کوئی کوتاہی ہو جاتی تو سخت مواخذہ فرماتے۔ مسجد کی شمال والی دیوار جس کو بھورے والی دیوار کہتے ہیں تعمیر ہو رہی تھی کہ نماز عصر کیلئے اذان ہوگئی۔ کاریگروں اور مزدوروں نے اس خیال سے جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی کہ تھوڑا سا کام باقی ہے مکمل کر کے نماز ادا کر لیں گے۔ نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ ان لوگوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو غضبناک ہو کر فرمایا آپ لوگ نماز کے لیے کیوں نہیں آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تھوڑی سی جگہ رہ گئی تھی مکمل کر کے نماز ادا کریں گے۔ آپؒ نے فرمایا اذان کے بعد تم لوگوں نے دیوار کا جو حصہ تعمیر کیا ہے اس سے تین گنا زیادہ دیوار گرا دو یہ سب حرام ہے اس حکم کے مطابق وہ دیوار گرا دی گئی۔

ایک دفعہ ایک بندہ عشاء کی نماز کے وقت بڑے کنویں کے قریب چھپ گیا آپؒ فوراً اس کے پیچھے پہنچے اور فرمایا کہ چل نماز کے لیے۔ عرض کرنے لگا حضور میرے کپڑے ناپاک ہیں آپؒ نے اس کو اپنے کپڑے دیئے اور اس سے نماز ادا کرائی

حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف بدر منیر میں بیان فرماتے ہیں ''میرے استاد محترم مولانا عطا محمد صاحب رتویؒ مرحوم کو

ایک دفعہ چاولی کے معتقدین اپنے ہمراہ میرا شریف عرس حضور اعلیٰ پر لے گئے۔ حضور ثانیؒ کا زمانہ تھا۔ موسم گرم تھا مفتی صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میرا شریف سے مغربی سمت تالاب کے کنارے مغرب کی جماعت جا کرائی حضور ثانیؒ کو پتہ چلا آپ پہنچ گئے مفتی صاحب کو فرمایا میرے پیرو مرشد خواجہ احمد میرویؒ کا فرمان ہے کہ علماء کی جوتیاں اور ہمارے سر۔ یہ فرمان بسر و چشم منظور اور میرا معمول ہے مگر اس جگہ دوسری جماعت اور مسجد سے علیحدہ نماز پڑھنے کو گوارہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کو برداشت کرسکتا ہوں حضرت مفتی صاحب اور موجود دوسرے لوگوں نے آپ سے معافی مانگ کی''۔

آپ کے دور میں خانقاہ میرا شریف نے بہت ترقی کی لاتعداد لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ زائرین کی تعداد میں یہ اضافہ دیکھ کر آپؒ نے تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا اور حالات کے مطابق ممکنہ سہولیات سے خانقاہ کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ مسافر خانے، کنواں اور تالاب زر کثیر خرچ کر کے بنوائے اور حضرت اعلیٰؒ کا بہت خوبصورت روضہ مبارکہ تعمیر کروایا۔ آپ نے درس و تدریس اور لنگر کا انتظام انتہائی اعلیٰ معیار پر چلایا۔ کئی علماء اور حفاظ تعلیم دینے کے لیے تعینات تھے جن سے سینکڑوں طلباء قرآن و سنت کی تعلیمات حاصل کرتے تھے۔

آپؒ فقراء وطلباء پر بہت مہربان تھے اور سادات کرام، علماء وصوفیاء اور مشائخ کی اولاد سے بیحد عقیدت و محبت کا اظہار کرتے۔ دنیاداروں کے مقابلے میں غرباء و مساکین کا خیال زیادہ فرماتے۔

جراٗتِ ایمانی:

حضرت مولانا نصیر الدین صاحب بیر بلویؒ گلدستہ نصریہ میں لکھتے ہیں ''جنگ عظیم ۱۹۱۴ء کے بے شمار واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا احمد

خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرا شریف میں کسی کو فوج میں بھرتی نہیں ہونے دیتے تھے اور انگریز کو امداد دینے کی مخالفت فرماتے تھے۔ حکام بھی طیش میں آ کر دباؤ ڈالتے رہتے تھے لیکن بے سود چنانچہ ایک دفعہ تحصیلدار نے پنڈی گھیب سے ایک چپڑاسی بھیجا کہ بیگار کے لئے خانقاہ میرا شریف سے اونٹ لے کے آئے اس وقت حضرت موجود نہ تھے۔ منتظم صاحب نے چپڑاسی کو رقعہ لکھ دیا کہ شتربان سرکاری ضرورت کے لیے اونٹ بھیج دے۔ چپڑاسی اپنی کامیابی پر بڑا خوش تھا کہ اونٹوں کے باڑے کی طرف جاتے ہوئے اس کی ملاقات حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی اس نے منتظم صاحب کا رقعہ آپ کو دکھایا تو آپ آپ نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ لنگر کے اونٹ حضرت اعلیٰ غریب نواز میروئیؒ کے خادم ہیں انگریز کے خادم نہیں ہو سکتے۔ چپڑاسی نے بڑی تیزی سے کہا کہ میں آپکی شکایت تحصیلدار اور ڈپٹی کمشنر سے کروں گا۔ آپؒ گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔ آپؒ نے فرمایا جا اور جو جی چاہے کہہ دے۔ میں انگریز کا مخالف ہوں چپڑاسی جب دریائے سواں میں داخل ہوا اچانک سیلاب آیا اور اس کو بہا لے گیا۔ کئی دن اسکی تلاش ہوتی رہی لیکن اسکی ہڈی تک نہ ملی۔ تعجب یہ ہے کہ اس دن مطلع صاف تھا اور کہیں کوئی بارش کے آثار نظر نہ آتے تھے۔

ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر نے گورنمنٹ سے منظوری لے کر بہت سی زمین لنگر کے نام کرنے کے لئے تحصیلدار کو لکھ دیا تحصیلدار نے جب آپؒ سے رابطہ کیا تو آپؒ نے فرمایا تحصیلدار صاحب ہم آسمانی رزق لینے کے عادی ہیں۔ زمیندارا ہم سے نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ ادھر سے رزق بند ہو جائے۔

تحصیلدار نے کہا آپؒ اپنے مریدوں کو، ایک خلیفہ میرے ہمراہ بھیج کر، حکم دیں کہ لوگ فوج میں بھرتی ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا میں صرف ایک خادم ہوں میرا خلیفہ کہاں سے آئے۔ اس نے کہا آپ علی الاعلان انگریز کے مخالف ہیں میں آپکی

شکایت کروں گا آپؒ نے فرمایا جاؤ جو ہوسکتا ہے کرلو۔ چنانچہ وہ چلا گیا لیکن ۲ میل جا کر واپس آ گیا اور معافی کا طلبگار رہوا۔ حضرتؒ نے معاف فرما دیا اور فرمایا کہ آئندہ مجھے اس قسم کی تکلیف نہ دی جائے اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ کوئی حکم حکومت کی طرف سے انشاءاللہ نہیں آئے گا۔

کرامات:

(۱) ایک دفعہ آپؒ کو عرق النساء کا درد شروع ہو گیا۔ کسی معالج نے لوہے سے داغ دینے کا مشورہ دیا۔ آپؒ نے فرمایا نہیں میں تو فقط دم کروں گا۔ یہ کہہ کر تین بار دم کیا درد فوراً جاتا رہا۔ یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فصد کھوانے کو پسند جبکہ داغ دینے کو ناپسند فرمایا ہے۔

(۲) مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ ڈھبہ تحصیل تلہ گنگ کے والد حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔ آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرمائے۔ حضرتؒ نے دعا کرنے کے بعد فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا۔ اگر بچے کے دائیں کان میں سوراخ نہ ہوا تو پھر جان لینا کہ یہ میری دعا کا ثمر نہیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا صاحب کو خواب میں بتایا کہ آپ کی زوجہ ایک بچے کو جنم دینے والی ہے ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام نور احمد رکھنا۔

جب وہ بچہ پیدا ہوا تو مولوی صاحب نے اپنے ایک شاگرد کو میرا شریف بھیجا کہ حضرتؒ کو نومولود کی مبارک باد پیش کرے اور اس کے لئے تعویذ بھی لے آئے۔ نیز یہ کہ حضرتؒ سے عرض کرے کہ استاد جی نے پوچھا ہے کہ بچے کا نام کیا رکھا جائے۔ حسب ارشاد وہ شاگرد میرا شریف پہنچا اور بچے کی ولادت کی خوشخبری

سنائی۔ تعویذ لیا اور پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا جائے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ آزمائی ہوئی چیز کو دوبارہ آزمایا نہیں کرتے، نام میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا اور بچے کو چالیس دن بعد یہاں لے کر آئیں تاکہ اس کے وزن کے مطابق توشہ تونسہ مقدسہ بھیجا جاسکے۔ اس حکم کے مطابق جب مولوی صاحب بچے کو لے کر میرا شریف حاضر ہوئے تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بچے کے دائیں کان میں سوراخ ہے۔ سب کو حضرت کی کرامت کا یقین آ گیا۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بچے کو چاندی کے روپوں سے تولا جو رقم بنی تونسہ شریف بھجوادی۔

(۳) روشن دین زرگر جو کہ کوہاٹ کے رہنے والے تھے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے بہت مخلص مرید تھے۔ جب بھی میرا شریف حاضر ہوتے چالیس نمازیں ادا کر کے واپس جاتے۔ ایک بار جب حاضر ہوئے اور حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو حضرتؒ نے فرمایا روشن دین فوراً واپس کوہاٹ چلے جاؤ۔ نامبردہ یہ سن کر سخت پریشان ہوئے اور لنگر کے منشی میاں احمد صاحب سکنہ دھولر کو بتایا کہ مجھے یہ حکم حضرتؒ نے دیا ہے۔ اس لئے میں بہت پریشان ہوں۔ میں ہمیشہ چالیس نمازیں پوری کر کے جایا کرتا ہوں لیکن اس دفعہ اس سعادت سے محروم ہی لوٹنا پڑ رہا ہے۔ منشی صاحب نے کہا بہتر یہی ہے کہ واپس چلے جائیں پس روشن دین صاحب واپس کوہاٹ کے لئے روانہ ہو گئے۔ صبح جب کوہاٹ پہنچے اور اپنی دکان پر آئے تو دیکھا کہ دکان کے دروازے کھلے ہیں اور ایک سفید پوش بزرگ سامنے کھڑے ہیں۔ وہ سفید پوش بزرگ روشن دین کو دیکھتے ہی نظروں سے غائب ہو گئے۔ جب دکان کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ دکان کا سارا مال محفوظ پڑا ہوا ہے۔ معاً یاد آیا کہ وہ میرا شریف حاضری کے ذوق وشوق میں دکان بند کرنا بھول گئے تھے۔ پھر میرا شریف آئے اور حضرتؒ سے ملے تو آپؒ نے فرمایا کہ آپ خیال کیا

کریں تاکہ ہمیں رکھوالی نہ کرنی پڑے۔اب اپنے معمول کے مطابق ۴۰ نمازیں پوری کریں"۔

(۴) پیر فتح شاہ صاحب کا بیان ہے کہ گڑھی شریف میں حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ پیر کامل کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا پیر کامل وہ ہوتا ہے۔جسکی بیعت سے مرید کے سابقہ گناہ بخشے جائیں اور ایسا پاک صاف ہو جائے کہ گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔وقت نزع پیر مرید کو شر شیطان سے بچائے حتیٰ کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔پھر نکیرین کے سوال و جواب سے پہلے پیر موجود ہو اور مرید کی مدد کرے۔

حاضرین نے جان لیا کہ اس معیار پر حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پورے اترتے ہیں۔

معمولات:

حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات میں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی کامل اتباع کرتے تھے۔اور حضرت صاحب کے بتائے ہوئے وظائف اور اوراد کو بھی ترک نہ کرتے۔نماز تہجد ادا کرنے کے بعد مزار شریف پر ہدیہ سلام پیش کرتے اور کچھ دیر کے لیے استراحت فرماتے پھر تازہ وضو سے سنتیں ادا کرتے اور مذہب حنفی کے مطابق نماز فجر روشنی میں ادا کرتے۔اس کے بعد تخلیئے میں بیٹھ کر مختلف اوراد پڑھتے۔پھر نوافل ادا کر کے لنگر کے کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔دوپہر کو قیلولہ فرماتے پھر نماز ظہر کے بعد دلائل الخیرات شریف پڑھتے۔فراغت کے بعد باہر سے آنے والے لوگوں سے ملاقات فرماتے۔عصر کی نماز کے بعد روضہ شریف کے پاس بیٹھ جاتے اور خطوط سنتے اور جوابات لکھواتے۔نماز مغرب کے بعد بھی تخلیہ فرماتے۔رات کا کھانا عشاء کی نماز کے بعد تناول فرماتے کھانا انتہائی سادہ ہوتا۔

آپؒ کا لباس اپنے شیخ کی طرح نہایت سادہ ہوتا سفید کرتہ سفید تہبند اور

کپڑے کی ٹوپی پہنتے کبھی سادہ جائے نماز اور کبھی چٹائی پر بیٹھتے۔ الغرض کھانے پینے میں اور لباس میں کسی طرح کے تکلفات نہیں برتتے تھے۔

وصال پُر ملال:

فیض بخشی کا یہ سلسلہ جو حضرت اعلیؒ کے وصال سے شروع ہوا تھا۔ تقریباً ۲۰ سال چلتا رہا۔ بالاخر آپؒ شدت مجاہدہ اور قلت آرام وطعام کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے۔ علاوہ ازیں کسی وجہ سے فصد کھلوائی جس سے خون زیادہ مقدار میں نکل گیا۔ اور ضعف میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ نتیجۃً آپ صاحب فراش ہو گئے۔

استاد صالح محمد صاحب نے عرض کیا کہ آپ کوئی صدقہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمادے۔ آپؒ نے فرمایا میں نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا۔ حساب کر کے میرے حصے کا آٹا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دو کیونکہ اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہیں۔ سب مال تو درویشوں کا ہے۔ قریب وصال آپؒ کو وصیت کرنے کو کہا گیا تو فرمایا کہ وصیت تو مال کی ہوتی ہے اور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔

حکماء اور اطباء علاج کے لیے تجاویز دے رہے تھے اور آپؒ اُن کی رائے سن کر مُسکرا رہے تھے اور یہ شعر ورِدِ زبان تھا

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ماسبک سارانِ ساحل ھا

ترجمہ: تاریک رات، موج کا ڈر اور ایک عظیم بھنور گھیرے ہوئے ہے ساحل پر بیٹھے آرام پرست لوگ ہمارا حال کیا جانے۔

فتح شاہ صاحب سے فرمایا میں لوگوں کی دلداری کیلئے دوا لیتا ہوں ورنہ مجھے ہر دوا سے تکلیف ہوتی ہے اس پر دوا کا سلسلہ ترک کر دیا گیا فتح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرتؒ کا ایک ہی کرتا تھا جو پسینہ سے تر ہو جاتا تو میں دھو کر پہناتا میں نے التجا کی کہ

ایک کرتہ اور بنالیا جائے تا کہ بدلنے میں تکلیف نہ ہو ارشاد فرمایا فتح شاہ تھوڑی دیر کیلئے کیوں اسراف کرتے ہو یہ درویشوں کا مال ہے اور وقت گزر جائے گا۔

فتح شاہ صاحب کی روایت سے مصنف گلدستہ نصیر یہ لکھتے ہیں جس دن وصال ہوا صبح ۹ بجے کے قریب ارشاد فرمایا، فتح شاہ صاحب، لوگوں کے آنے جانے سے تکلیف ہوتی ہے آپ باہر کھڑے رہیں کوئی اندر نہ آنے پائے۔ اب باہر لوگ گریہ زاری میں مبتلا تھے میں نے دروازہ تو بند رکھا لیکن لوگ دیوار پھاند کر چلے آتے جب ہجوم ہونے لگا تو مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ تم اپنی کارگزاری خوب دکھلا رہے ہو میں نے رو کر عرض کی حضرت میں کمزور دل ہوں انکی گریہ زاری دیکھ کر میں روک نہیں سکتا کسی سخت آدمی کو معمور فرمایا جائے۔ دریائے کرم جوش میں آگیا فرمایا اچھا چارپائی اٹھا کر باہر لے چلو۔ چنانچہ میدان میں درخت کے سائے میں چارپائی رکھ دی گئی اب ہزارہا مشاقان زیارت مستفیض ہونے لگے اور صدہا لوگ بیعت سے مشرف ہو رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا جس نے ملنا ہے مل لو پھر اندر نہ آنا ہم چارپائی اندر لے گئے آپؒ نے حکم دیا کہ جنازہ میں تاخیر نہ کرنا اور کسی کو اطلاع نہ دینا جس کو خدا لے آئے گا پہنچ جائے گا۔

۱۷ نمازوں کے لیے آپ کی چارپائی مسجد میں لائی گئی حتیٰ کہ مغرب کے بعد ۲۱ صفر ۱۳۵۰ھ کو واصل بحق ہوئے اور یہ نماز مغرب بھی مسجد میں با جماعت ادا فرمائی تھی۔ دوسرے دن صبح آپؒ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دس ہزار کے لگ بھگ اہل ایمان نے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور پھر اپنے شیخ کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے آسودہ روضہ بہشتہ، ہو گئے۔ آپؒ کے بعد خانقاہ میرا شریف کے سجادے پر حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحبؒ متمکن ہوئے۔

حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب
المعروف حضرت ثالث میروی رحمۃ اللہ علیہ

فقیر بارگاہ صمدیہ، صاحب سرور سرمدیہ، مخزن دولت دینیہ، بے نیاز حطام دنیویہ، حامی دین و ناصر شریعہ، مبلغ طریقت محمدیہ، آئینہ اخلاق نبویہ، خانقاہ معلی میرا شریف کے تیسرے متولی و منتظم حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طویل دور میں خانقاہ معلیٰ میرا شریفؒ نے خوب ترقی کی اور وہ روحانی عمارت جس کی بنیاد خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی اور جسکی تکمیل حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہوئی تھی آپ نے اسکی تزئین و حسین پر اپنی جملہ صلاحیتیں صرف فرمائیں نتیجتاً یہ خانقاہ اپنے مخصوص طرز کی بدولت ملک بھر میں مشہور ہوئی اور بے شمار بندگان خدا یہاں سے فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

آپ حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اکبر جناب محمد عبدالرحمٰن بن محمد پناہ کے صاحبزادے ہیں آپکی ولادت چکڑالہ میں ہوئی جب آپکی پیدائش کی اطلاع حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے اپنے اکلوتے بھتیجے کا نام اعوانوں کی روایت کے خلاف فقیر محمد عبداللہ رکھا۔ اور نام کے ساتھ ملک اور خان وغیرہ کے سابقے لاحقے لگانے کی روایت کو توڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ جب یہ نومولود ذرا باشعور ہو جائے تو اسے میرے پاس میرا شریف بھیج دیا جائے تاکہ اسکی تربیت اس انداز سے ہو کہ یہ بڑا ہو کر خدمت اسلام کا عظیم فریضہ بااحسن وجوہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بڑے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

فقیر صاحب ابھی بمشکل ۵ سال کے تھے کہ تحصیل علوم ظاہریہ و باطنیہ کیلئے میرا شریف بھیج دیے گئے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا چونکہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں شدت تھی حضرت اعلیٰ نے فقیر صاحب کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور

بچپن میں ہی بیعت فرمالیا اس طرح زمانہ طالب علمی میں آپکو حضرت اعلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت سے فیضیابی کی سعادت حاصل ہوئی۔
آپکے والد کے وصال کے بعد حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی والدہ اور دونوں بہنوں کو بھی میرا شریف بلوالیا اور چکڑالہ کی سکونت ہمیشہ کیلئے ترک کروادی۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے یتیم بھتیجے کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال کھتے تھے جب آپ ابتدائی فارسی کتب پڑھ چکے تو مزید علوم وفنون کی تعلیم کیلئے آپ کو حضرت اعلیٰ کے منظور نظر عالم دین سید مبارک شاہ صاحب منداخیلی کے پاس بھیج دیا۔ حضرت شاہ صاحب عالم ربانی تھے اور آپ کا سینہ مبارک باطنی علوم کا گنجینہ تھا ان سے کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مولانا نور حسین صاحب فتح جنگی مصنف بشارت الابرار سے کسب فیض کیا ان کے علاوہ مولانا گل محمد صاحب میروی اور مولانا عبداللہ صاحب سکنہ بھکر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم پائی۔
ایک دفعہ آپ بغیر اجازت موضع کدلٹھی متصل بھین میں حصول علم کیلئے چلے گئے۔ ثانی صاحب کو اس کا بہت افسوس ہوا اور فوراواپس بلوا کر خود پڑھانا شروع کیا پھر آخر تک اپنے پاس رکھا اور اپنی زندگی میں ہی حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک کے موقع پر آپ کی دستار بندی کروا کر باقاعدہ اپنا جانشین مقرر فرمادیا۔

۲۱ صفر ۱۳۵۰ھ میں حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد خانقاہ کے جملہ امور کی نگرانی آپکے ذمہ ہوگئی آپ نے اپنے دونوں پیش رووں کے طریقے کے مطابق خانقاہ کا نظام چلایا۔

اخلاق واطوار

گلدستہ نصیریہ میں لکھا ہے:

حضرت فقیر صاحب کی شخصیت بہت دل آویز تھی۔ آپ بہت بارعب

اور نہایت جاذب نظر سراپا کے مالک تھے۔طبع مبارک گل تازہ کی طرح شگفتہ، جوبھی ملتا آپ کے حسن خلق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جذبہ خدمت، شفقت محبت خوش کلامی، سادگی تقوی، عبادت وریاضت اور غریب پروری میں اپنی مثال آپ تھے۔ موسم سرما میں روئی دار ٹوپی اور سبز کملی استعمال فرماتے۔ موسم گرما میں سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی سفید کرتے اور نیلے رنگ کا تہہ بند زیب تن فرماتے۔

آپ انتہائی متوکل تھے۔اکثر فرماتے ہمیں اللہ کی رضا کیلئے کام کرنا چاہئے اور کل کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ اسباب اللہ تعالیٰ خود پیدا فرما دیتا ہے۔ حضرت مولانا محمد عثمان صاحب سکنہ پپلاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لنگر کیلئے پشاور سے گڑ کا ایک ٹرک منگوایا ۲ ماہ کے بعد قیمت ادا کرنی تھے مقررہ وقت پر گڑ لانے والے خان صاحب حاضر خدمت ہوئے ان اس وقت حضرت کے پاس بالکل کچھ نہ تھا۔فرمایا پہلے روضہ شریف میں جا کر حضرت اعلیٰ کو سلام پیش کرو اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا فرما دے گا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سہگل آباد کے سیٹھ حاضر ہے ہوئے اور لنگر کیلئے تین ہزار روپے پیش کئے اس طرح وہ قرض بروقت ادا ہو گیا۔

کرامات

حضرت مولانا نصیر الدین صاحب بیربل شریف گلدستہ نصیریہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیربل تشریف لائے۔ صاجبزادہ محمد خالق صاحب گوجرانوالہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے ان کے آبا واجداد اعلیٰ حضرت میروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے ہوئے ہیں عشاء کی نماز کے بعد صاجبزادہ صاحب نے بہت پر جوش خطاب کیا اور حضرت کے دست مبارک پر بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا "مجھے بیعت ہونے کی خواہش تھی لیکن طبیعت کہیں پوری طرح مطمئن نہ ہوتی۔ آخر خواب میں دیکھا کہ میرا شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت میروی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر

بیٹھا ہوں قبر شریف سے ایک نورانی ہاتھ نکلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب کے ہاتھ میں دے دیا، میں ہیبت زدہ ہو کر جاگ اٹھا اور پھر جلد میرا شریف حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوا۔

گلدستہ نصیریہ میں لکھا ہے بیربل شریف کے لوگ ہمیشہ سے بزرگوں کی زیارت کرتے چلے آرہے ہیں اور انہیں کئی باکمال بزرگ بھی انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب جب تشریف لائے تو ایسا معلوم ہوا کہ ہاتف غیبی نے (آپکی آمد کا) اعلان کر دیا ہے چنانچہ ہر طرف سے مخلوق زیارت کیلئے جمع ہو گئی۔ اور تصرف اس قدر کہ آپ کے کھانے کے واسطے ہر چیز غیب سے مہیا ہونے لگی سچ ہے کہ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب (ترجمہ) جو اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ ان کو وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

خزینہ حق میں مفتی ریاض الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب آپ مسند آرائے خلافت ہوئے تو میانوالی کا ایک صراف جو حضور ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خاص تھا۔ میرا شریف آیا رات کو سوتے وقت اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے تو حضرت ثانی صاحب بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے اب نجانے حضرت سجادہ نشین صاحب ہم پر توجہ فرمائیں گے یا ہیں۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت ثانی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فقیر صاحب کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور فرما رہے ہیں کہ فقیر صاحب اس کا خیال رکھنا صبح کو جب وہ صراف حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو تو حضرت صاحب نے پوچھا بھائی صراف صاحب وہ رات والی بات یاد ہے بہت حیران ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور یاد ہے پھر حاضرین کی خواہش پر انہوں نے اپنا خواب بیان کیا۔

نثار احمد شاہ صاحب (راولپنڈی) اپنی بیعت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں پیرو مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی میروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف پیدائش کے یک سال کے اندر ہی ہو گیا والد محترم جناب حافظ حسین شاہ صاحب حضور پرنور حضرت اعلیٰ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ علیہ کا دور بھی دیکھا حضرت فقیر صاحب ہر سال راولپنڈی تشریف لا کر ہمارے ہاں رونق افروز ہوا کرتے۔ والد محترم کو اپنے پیر خانہ سے بڑی عقیدت تھی۔ میرا شریف حاضری دیتے تو ننگے پاؤں پھرا کرتے۔ ناچیز نثار احمد شاہ نے جب ہوش سنبھالا تو فرط عقیدت سے عازم میرا شریف ہونے لگا ایک دفع ایک مصیبت میں مبتلا ہو گیا اس وقت مرشد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر لیا فی الفور اس مصیبت سے نجات مل گئی۔ اسی دن شام کو بذریعہ ریل گاڑی براستہ انجرا میرا شریف حاضر ہوا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور مرشد کے حضور خاموشی سے بیٹھ گیا آپ نے بغیر کسی تمہید کے فرمایا ''گھوڑا دوڑا کر پیر آزما کر'' آپ نے کشف سے میری حاضری کا مقصد جان لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے ایک عمل کی اجازت عطا فرمائی جو حاکم کے سامنے پیش ہونے پر کیا جاتا ہے میں نے اس عمل کو کیا اور تیر بہ ہدف پایا۔

اسی حاضری میں ایک اور صاحب جن کا تعلق ہری پور سے تھا رشوت خوری کی وجہ سے نوکری سے معطل تھے۔ حضرت کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور اس جرم سے تائب ہونے کا اعلان کیا۔ آپ نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت نے ایک رشوت خور کی نوکری کی بحالی کیلئے دعا فرمائی ہے پیرو مرشد نے فوراً میرے خیال کو جان لیا اور فرمایا کہ مرید کے لئے پیر اگر دعا نہ کرے تو اس کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا ایسی حالت میں شیطان لعین اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور وہ بندہ گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ یہ مرشد ہی کا کام ہے

کہ فوراً اللہ تعالی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور مرید کیلئے بخش اور گمراہی سے نجات کیلئے دعا مانگے اب یہ اللہ کی مرضی ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔

یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں ندامت کے ساتھ توبہ کی آپ نے پھر دعائے خیر فرمائی اور واپسی کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ یہی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ عرس کے موقع پر صبح کی نماز کے بعد دربار عالیہ میں حاضری کے وقت میری عینک گرگئی۔ ہجوم بہت زیادہ تھا بہت تلاش کی لیکن نہ مل سکی۔ آخر کار دربار شریف کے کلید بردار کی خدمت میں عرض کی کہ دھیان رکھیں شاید عینک کسی کو مل جائے۔ وہاں سے لنگر میں منشی صاحب کے پاس چلا آیا۔ یہاں مرزا عبدالمجید صاحب سکنہ مورگاہ سے ملاقات ہوئی کہنے گئے کیا عینک کے بغیر اب گزارا ہو رہا ہے میں نے کہا عینک تو روضہ شریف میں گرگئی ہے مرزا صاحب نے کہا فکر نہ کریں عینک مل جائے گی ورنہ نظر مل جائے گی۔ اتنے میں خادم نے اطلاع دی کہ آپ کو حضرت صاحب یاد فرماتے ہیں آپ روضہ شریف کے باہر تشریف فرما تھے آپ نے عینک مجھے دے دی میں نے مرزا صاحب کی بات ذہن میں لاتے ہوئے عرض کیا کہ عینک کی جگہ مجھے نظر عطا ہو۔ آپ نے فرمایا لنگر میں عینک کی شکایت کر رہے تھے اب عینک ہی لو۔ ایک صاحب کہنے لگے شکر ہے کسی کے پاؤں کے نیچے آکر ٹوٹی نہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ روضہ اقدس کا طواف کر کے آئی ہے اب نہیں ٹوٹے گی اور فی الواقعہ مجھ سے نہیں ٹوٹی میں جب بھی کسی سے اس بات کا تذکرہ کرتا وہ عینک نیچے پٹخ دیتا لیکن عینک کو کچھ ضرر نہ پہنچتا۔

وصال وتدفین

آپکا وصال ۲ صفر ۱۳۹۵ھ کو ہوا۔ جنازہ میں جلیل القدر علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کی امامت کی سعادت حضرت مولانا غلام جیلانی

صاحب کو حاصل ہوئی۔

مناقب المحبوبین میں مولانا عثمان غنی صاحب لکھتے ہیں جب حضرت مولانا فقیر محمد عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ مجھے روضہ مبارکہ کے اندر دفن کیا جائے۔ روضہ شریف میں تیسری قبر کیلئے جگہ تنگ تھی مگر آپکو اپنے پیش رووں کی معیت مطلوب تھی۔ حاجی غلام حسین صاحب خلیفہ دربار کو جگہ ناپنے کیلئے بھیجا گیا انہوں نے آکر بتایا کہ جگہ تنگ ہے آپ نے دوبارہ جا کر جگہ ناپنے کا حکم دیا۔ اب جگہ ناپنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی کرامت سے اللہ تعالی نے روضہ مقدسہ کی زمین کو وسعت دے دی ہے۔

یوں آپ اپنے دونوں مربیوں کے ساتھ آسودہ خاک ہوئے۔

حضرت صاجزادہ فخر احمد صاحب میروی رحمۃ اللہ علیہ

صاجزادہ فخر احمد صاحب فخر اماثل حضرت فقیر محمد عبداللہ صاحب میرویؒ کے فرزندار جمند تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ثالث میرویؒ کو چھ بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ان صاجزادگان میں پانچویں صاجزادہ فخر احمد صاحب تھے۔

بچپن کے احوال:

حضرت صاجزادہ فخر احمد صاحب میروی کی ولادت 1969ء میں میرا شریف میں ہوئی۔ ابھی چھ سال کے ہی تھے کہ آپ کے والد صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ یوں زندگی کے پہلے چھ سال صاجزادہ صاحب حضرت فقیر محمد عبداللہ صاحب کی نگاہ حق آگاہ کے زیر تربیت رہ کر دائمی برکتوں سے بہرہ اندوز ہوئے

والدہ ماجدہ کے فیوض و برکات

صاجزادہ فخر احمد صاحب جب سایہ پدری سے محروم ہوئے تو آپ کی والدہ کریمہ کے سایہ عاطفت نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کو اپنی زندگی کا بہت بڑا مقصد اور اپنی بہت بڑی ذمہ داری سمجھ کر نبھایا۔

پیر سید ارشاد شاہ صاحب چوراہی سے حصول برکات:

پیر سید ارشاد شاہ صاحب چوراہی اہل سنت کے بہت بڑے عالم اور بلند پایہ واعظ و خطیب تھے۔ آپ کو فقیر محمد عبداللہ صاحب کا داماد اکبر ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت فقیر محمد عبداللہ صاحب کے وصال کے بعد شاہ صاحب نے انتہائی دفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے بکمال شفقت فخر احمد صاحب کو اپنے دامان کرم کی پناہ میں لے لیا اور نہایت عمدگی کے ساتھ آپ کی تربیت فرمانے لگے۔ پیر سید ارشاد شاہ صاحب چوراہی رحمہ اللہ علیہ نے حافظ آباد کے قریب مسجور شریف میں بزم ارشاد سجائی ہوئی تھی لہذا صاجزادہ فخر احمد صاحب کو بھی اپنے پاس مسجور شریف میں رکھ کر شریعت و

طریقت کے علوم سے مزین فرمایا نیز مزید تعلیم کے لیے کھاریاں کے علماء کی خدمت میں بھی بھیجا۔

فاضل منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور

صاجزادہ صاحب نے دینی مدارس سے کسب فیض کرنے کے ساتھ ساتھ کالج سے بھی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ان مراحل سے گزرنے کے بعد آپ نے منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور سے درسیات کی تکمیل کر کے 1995ء میں فاضل منہاج القرآن یونیورسٹی ہونے کا شرف حاصل کیا۔

بیعت وخلافت

حضرت صاجزادہ فخر احمد صاحب نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ معین خان تونسویؒ کے دست حق پرست پر 1988ء میں بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔

خانقاۂ معلیٰ چشتیہ نظامیہ مکھڈ شریف سے نسبت

صاجزادہ صاحب کو مذکورہ بالا اعزازات کے علاوہ حضرت مولانا شاہ محمد علی مکھڈوی کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد فتح الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا داماد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ آپ کی شادی 2003ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں سے نوازا۔

چار خانقاہوں کا فیض

جیسا کہ گزشتہ سطور سے واضح ہے صاجزادہ فخر احمد صاحب کو تونسہ شریف، مکھڈ شریف، میرا شریف اور چورا شریف کی خانقاہوں کا فیض حاصل ہوا جس نے آپ کی شخصیت کو بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان چاروں گلستانوں سے رنگ و بو لے کر صاجزادہ فخر احمد صاحب گل خوش رنگ ومہک بار بن گئے تھے۔

دینی اور روحانی خدمات

صاحبزادہ فخر احمد صاحب نے علوم شریعت وطریقت کے حصول کے بعد اس فیض کو عام کرنے کے لیے کئی طریقے اختیار فرمائے جیسے مساجد کی تعمیر، مدارس کا قیام، مجالس سیرت ومحافل میلاد کا اہتمام اور سالانہ عظیم الشان محفل نعت کا انعقاد وغیرہ۔

بچیوں کی تعلیم کا ادارہ

صاحبزادہ فخر احمد صاحب نے بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور علاقے کی بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے 1996ء میں ہائی سکول قائم فرمایا جس سے میرا شریف اور گردونواح کی بچیوں کو حصول تعلیم کی بہترین سہولیات میسر آئیں۔

دینی علوم کی درسگاہ کا قیام

صاحبزادہ فخر احمد صاحب نے اسلامی علوم کی ترویج اور مسلمانوں کے عقائد وافکار کی حفاظت واصلاح کے لیے 1996ء میں دینی مدرسہ قائم فرمایا۔ اس ادارے میں قرآن پاک حفظ وناظرہ کی تعلیم کے علاوہ درس نظامی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ طلباء کے قیام وطعام کا کفیل وذمہ دار بھی ہے اور آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ سرگرم عمل ہے اور جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی برانچ ہونے کا شرف بھی حاصل کر چکا ہے اور بھیرہ شریف کا مکمل نصاب اس ادارے میں پڑھایا جا رہا ہے۔

سالانہ محفل میلاد

صاحبزادہ فخر احمد صاحب نے خانقاہ معلیٰ میرا شریف میں سالانہ محفل میلاد کے انعقاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس محفل میں عالمی شہرت یافتہ علماء وخطباء اور قراء ونعت خوان تشریف لاتے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ محفل اعراس کی عمومی محافل کے علاوہ منعقد ہوتی تھی۔

اہل سنت و جماعت کی سرپرستی

صاجزادہ فخر احمد صاحب متصلب سنی عالم اور شیخ طریقت تھے اور علاقے کے سنی علماء سے رابطے میں رہتے تھے۔ اہل سنت کے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کرتے اور دینی تقریبات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اسی لیے علمائے اہل سنت آپ کے ساتھ انتہائی عقیدت ومحبت سے پیش آتے تھے اور عوام اہل سنت میں بھی آپ کا بڑا احترام تھا۔

وصال مبارک

حضرت صاجزادہ صاحب بعمر 45 سال جگر کے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو کر بروز جمعہ مبارک 27 محرم الحرام 1436ھ بمطابق 21 نومبر 2014ء واصل بحق ہوئے۔ جبکہ جنازہ بروز ہفتہ دن 11 بجے میرا شریف میں پڑھا گیا۔ جنازہ کی امامت حضرت پیر خواجہ غلام اللہ بخش صاحب تونسوی زید مجدہ نے فرمائی جبکہ کثیر تعداد میں علماء ومشائخ، سیاسی وسماجی شخصیات اور دیگر مسلمانوں نے جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی بعدازاں آپ کے جسد خاکی کو حضرت خواجہ احمد میروی کے روضہ مبارکہ کے برآمدے میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ پیر محمد شہزاد احمد صاحب میروی زید مجدہ

یادگار اکابر، افتخار اصاغر، محبّ فقر وفقراء، وارفتۂ علم وعلماء، وارث فقر محمدی، ترجمان فکر احمدی، صاحب علم و آگہی، رونق افزائے خانقاہ میروی، حضرت مولانا پیر محمد شہزاد احمد صاحب اس وقت مسند آرائے میرا شریف ہیں۔

آپ حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت 1972 میں ہوئی، حضرت ثالث میروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی، یوں زندگی کے ابتدائی تین سالوں کے دوران آپ کو سلطنت فقر میرا شریف کے تاجدار کی کامل توجہ نصیب ہوئی جس کی برکت سے آپ بچپن ہی سے راہ فقر پر گامزن ہو گئے۔

- آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز دنیا بھر کے مسلمانوں کی محبوب ومرغوب روایت کے مطابق ناظرہ قرآن خوانی سے ہوا، استاد میاں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تکمیل کرانے کے ساتھ ساتھ بنیادی اسلامی عقائد، طہارت ونماز کے مسائل اور اسلامی اخلاق وآداب سے روشناس کروایا۔
- آپ نے مزید دینی تعلیم کے لیے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں داخلہ لیا، جامعہ میں آپ کا قیام کم وبیش پانچ سال رہا، اس عرصے میں آپ نے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔
- نئے دور کے تقاضوں کے مطابق پیر صاحب نے دنیاوی تعلیم بھی پائی اور ایرڈ یونیورسٹی راولپنڈی سے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی۔
- اس سارے عرصے میں آپ نے خانقاہی ذمہ داریوں کو بھی نہایت احسن انداز میں ادا کیا اور مریدین ومتوسلین میرا شریف کا دل وجان سے خیال رکھا اور بحمداللہ یہ سلسلہ تادم تحریر بڑی ہی خوبصورتی سے جاری وساری ہے۔

- آپ کی بیعت سجادہ نشین تونسہ شریف حضرت خواجہ غلام اللہ بخش صاحب کے ہاتھ پر ہے جن کی طرف سے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں خلافت واجازت عطا کی گئیں ہیں۔
- آپ یومیہ اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہو کر زائرین کو شرف ملاقات سے نوازتے، ہر آنے والے کی گزارشات سنتے اور مشائخ چشت کی روایات کے مطابق سب کے مسائل کے حل کی طرف توجہ مبذول فرماتے ہیں۔
- ان یومیہ نشستوں میں صوفیائے کرام کی تعلیمات کو نہایت سادہ وبے تکلف انداز میں سامعین کے دلوں میں راسخ کرنے کی سعیِ بلیغ فرماتے ہیں۔
- علاوہ ازیں اہلسنت کی مختلف شہروں میں منعقد ہونے والی دینی محافل و تقریبات میں بھی شرکت فرماتے ہیں بعض محافل میں وعظ و نصیحت بھی فرماتے ہیں۔
- آپ کی نگرانی میں میرا شریف میں مشائخ کے اعراس نہایت تزک و احتشام سے منائے جاتے ہیں جن میں نامور علمائے اہلسنت کے بیانات کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

آپ کے اہتمام سے خانقاہ شریف میں دینی تعلیم کا ادارہ چل رہا ہے جس میں حفظ و ناظرہ کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔اس مدرسہ کا الحاق جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرا شریف کے ساتھ ہے، طلباء کے قیام و طعام کا بندوبست بھی پیر صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

اعراس کے علاوہ یومیہ لنگر بھی پیر صاحب کی نگرانی وسرپرستی میں چل رہا ہے۔

اللہ کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے پیر صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے تاکہ خدمات دینیہ کا یہ سلسلہ تادیر چلتا رہے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعائیہ کلمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

زیر نظر کتاب ''خواجہ احمد میرویؒ اور ان کے جانشین'' جو کہ فخر اولیاء، غریب نواز، آفتاب چشتیاں، برہان عارفاں، دلیل واصلاں، حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے جانشینوں کے احوال ومناقب پر ایک تازہ تالیف ہے۔ جس کے مؤلف پروفیسر بشیر احمد رضوی ہیں۔ اس تصنیف میں اعلیٰ حضرت میرویؒ کے حالات و ارشادات بھی ہیں اور آپ کی کرامات وتعلیمات بھی اور اس عاجز تک خانقاہِ معلیٰ کے جانشینوں کا ذکر بھی۔

دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل حضور نبی کریم ﷺ وحضرات مشائخ چشتؒ اہل سلسلہ کو اس تذکرہ مبارکہ کے مطالعہ کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پروفیسر بشیر احمد رضوی کو اس تالیف لطیف کا اجرِ عظیم دونوں جہانوں میں عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعا گو

صاحبزادہ شہزاد احمد میروی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ

میرا شریف، ضلع اٹک

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ

تعارف مصنف

پروفیسر بشیر احمد رضوی استاذ حاجی میاں احمد مرحوم کے ہاں ۱۹۶۴ء کو تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ سے عقیدت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ رضوی لکھتے ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم وحفظِ قرآن مجید کی سعادت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ علوم عربیہ میں فقہ، تفسیر، حدیث کے علاوہ علوم وفنون کی تعلیم فاضل بریلی شریف حضرت مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی سے (پنڈی گھیب میں) حاصل کی۔ اور دنیوی تعلیم میں آپ نے ایم۔اے انگلش بھی کیا اور بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اپریل 2024 میں سرکاری نوکری سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور اب دینی تعلیم کے ادارے مدرسہ منظر اسلام پنڈی گھیب کے مہتمم و مدرس کی حیثیت میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک معتبر عالم دین اعلیٰ پایہ کے قلمکار اور ثقہ نعت گو شاعر ہیں۔

تصانیف:

۱۔ نقشِ اولیاء (یہ کتاب حضرت خواجہ احمد میروی کے حالات پر مشتمل ہے)

۲۔ رضوی کتاب التوحید (یہ کتاب توحید ورسالت پر مشتمل ہے)

۳۔ فیضانِ مصطفیٰ ﷺ (یہ کتاب منظوم کلام کا مجموعہ ہے)

۴۔ عرفانِ حبیب (یہ کتاب عربی سے اردو کی طرف منتقل کی گئی)

ابرار شاکر

مؤلف لمعات مدائح میروی

مدیر مجلہ اکتساب تدبر

پنڈی گھیب

PDF BY

طالب دعا

خلیفہ مدنی تونسوی تونسہ شریف ضلع

ڈیرہ غازی خان

+923321717717